# بچوں کی تقاریر

## الفضل آن لائن کے اوراق سے



ادارہ الفضل آن لائن لندن

”بچوں کو چوما کرو کہ اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں“

(حدیث)




# بچوں کی تقاریر

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)

حنیف محمود

ادارہ الفضل آن لائن لندن

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

ادارہ الفضل آن لائن کی 43ویں کاوش

## رابطہ کرنے کے لیے


ویب سائٹ: www.alfazlonline.org

ای میل ایڈریس: info@alfazlonline.org

editor@alfazlonline.org

فون نمبر: +44 7951 614020

+44 7376 159966


آن لائن ایڈیشن

# پیش لفظ

خاکسار جب 1998ء تا 2005ء اسلام آباد پاکستان میں بطور مربی ضلع خدمات بجا لا رہا تھا تو ذاتی پلیٹ فارم کے علاوہ لجنہ اماء اللہ اسلام آباد کے پلیٹ فارم سے دسیوں کتب تیار کر کے شائع کروانے کی توفیق ملی۔ اس دوران والدین کو بچوں کے لئے مختلف محافل، جلسوں اور اجتماعات پر تقاریر کرنے کے لئے تقریر لکھ کر دینے کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر خیال گزرا کہ کیوں نہ ان تقاریر کو ایک جگہ پر افادہ عام کے لئے جمع کر دیا جائے لیکن ایک بڑی اور فعال جماعت میں ہمہ وقت مصروفیات کے باعث اس پر عمل نہ کر سکا۔ اب برطانیہ ہجرت کے بعد جو چند تقاریر خاکسار کو اپنی لکھی ہوئی آ سکیں ان کو مکرمہ عطیۃ العلیم کے تعاون سے کمپوز کروا کر الفضل آن لائن میں اطفال کارنر سے شائع کروانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس مواد کو مکرم ذیشان محمود مبلغ سلسلہ سیرالیون نے ابتدائی طور پر کتابی شکل دی۔ اب تک کی شائع ہونے والی تقاریر کو مکرم زاہد محمود فائنل شکل میں قارئین کے سامنے "بچوں کی تقاریر" کے نام سے پیش کرنے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور ان تمام کو اس نیک کام کے لئے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

یہ ادارہ الفضل آن لائن کی 43ویں کاوش ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

حنیف محمود

ایڈیٹر

روزنامہ الفضل آن لائن، لندن

18 مارچ 2023ء

# انڈیکس

﴿1﴾

# واقعہ الفیل

(حارث محمود ولد کاشف محمود۔ ایسٹ لندن برطانیہ)

**(ہر اخبار، معاشرہ کے تمام طبقوں کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے جس میں بوڑھے، نوجوان، خواتین اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ ادارہ کچھ عرصہ سے احمدی نونہالوں کے لئے ایک کالم شروع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک احمدی طفل عزیزم حارث محمود آف لندن بعمر 12 سال نے اپنی انگریزی میں لکھی ہوئی ایک تحریر جو غالباً ان کی ایک تقریر ہے اس درخواست کے ساتھ بھجوائی ہے کہ اس کا اردو ترجمہ کروا کر الفضل میں شائع کر دیں۔ یوں اس طفل کی تحریر سے ''اطفال کارنر'' کا آغاز کر رہے ہیں اور دنیا بھر سے اطفال و ناصرات کو ان کے اپنے اس کالم کے لئے مختصر مضامین / تقاریر بھجوانے کے لئے دعوت عام ہے۔ لطیفے اور کہانیاں نہ بھجوائیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ (ایڈیٹر)**

آج میں جس موضوع پر بات کرنے جا رہا ہوں وہ ہے عبد المطلب کے دور میں ایک بہت طاقتور، لالچی اور خود غرض آدمی تھا، جسکا نام ابرہہ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ عرب کے لوگوں کی توجہ خانہ کعبہ سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس نے ایک عبادت گاہ بنائی اور عرب کے باشندوں کو ترغیب دی کہ وہ کعبہ کی بجائے اس کی بنائی ہوئی عبادت گاہ میں آکر حج کریں۔ عرب اقدار کے حامل لوگ کعبہ کے مقابل کسی اور عبادت گاہ کا وجود کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ ابرہہ عربوں کی طرف سے انکار کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنی تمام قوت کے ساتھ مکہ پر حملہ کر کے مکہ کو تباہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تاہم اس نے ایسا کرنے کے لیے حبشہ کے بادشاہ نیگس کی اجازت طلب کی اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مختلف روایات کے مطابق اس کے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار

نفوس پر مشتمل تھی۔ بہر حال اس کی فوج ہزاروں پر مشتمل تھی۔ وہ یمن سے روانہ ہوا اور راستے میں کئی عرب قبائل کو شکست دیتے ہوئے مکہ کے ایک قریبی مقام تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی فوج کو شہر کے گرد و نواح میں صف بند کر دیا۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کافی پریشان ہو گئے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ اس لیے انہوں نے عبد المطلب کو اپنا نمائندہ بنا کر ابرہہ کے پاس بھیجا۔ اُنکی قابل تعظیم شخصیت اور اعلیٰ ذہانت نے ابرہہ پر گہرا اثر ڈالا۔ اس لیے ابرہہ انکے ساتھ نہایت عزت کے ساتھ پیش آیا اور انکے مترجم کو حکم دیا کہ عبد المطلب سے پوچھے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ عبد المطلب نے شاید پہلے ہی سے اپنا مدعا سوچ رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی فوج نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ نے انکو انکے اونٹ لوٹا دیے۔ مگر اس پر سے عبد المطلب کی تعظیم اور دانائی کا خود پر پڑا ابتدائی اثر زائل ہونے لگا۔ اسنے عبد المطلب کا مزاق اڑاتے ہوئے کہا کہ میں یہاں تمہارا کعبہ تباہ کرنے آیا ہوں لیکن تم کو اس بات کی کوئی فکر نہیں، تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے؟ عبد المطلب نے انتہائی بے فکری کے عالم میں کہا کہ میں صرف ان اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے مجھے صرف اُنکی فکر ہے۔ اسی طرح اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اس گھر کی حفاظت کرے گا۔ جب ابرہہ نے یہ جواب سنا تو وہ غصہ سے بھر گیا اور کہا میں دیکھا ہوں کہ کیسے مجھے اس گھر کا مالک اس کو تباہ کرنے سے روکے گا۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا۔ لیکن الٰہی تصرف سے ایسا ہوا کہ جیسے ہی ابرہہ کے ہاتھی کو مکہ کی سمت میں بڑھنے کے لیے موڑا گیا تو اس نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود ہاتھی آگے نہ بڑھا۔ اس کے بعد اس کے لشکر پر ایسی افتاد پڑی کہ اسکا سارا لشکر پرندوں کی خوراک بن گیا۔

روایات میں یہ واقعہ اس انداز میں بیان ہوا ہے کہ جب اس کے لشکر نے مکہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو مشیت ایزدی سے پرندوں کا ایک جھنڈ ان پر حملہ آور ہو گیا جنہوں نے اپنے پنجوں میں

ایک زہر آلود مٹی کے کنکر اٹھا رکھے تھے۔ جس کسی پر بھی وہ کنکر گرتے وہ چیچک سے ملتی ایک مہلک اور متعدی بیماری کا شکار ہو جاتا جب یہ بیماری پہلی بار پھوٹی تو انتہائی تیزی کے ساتھ پھیلی۔

اس واقعہ سے کسی کو حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ متعدی بیماریاں پہلے کئی بار مٹی کے کنکروں یا اسی طرح کے دوسرے ذرائع سے پھیلی ہیں۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پرندے کسی ایسے علاقے سے آئے ہوں جو کسی متعدی بیماری والے بیکٹیریا سے متاثر ہو اور اسی وجہ سے چیچک سے ملتی جلتی ایک مہلک بیماری سارے لشکر میں پھیل گئی ہو۔ چنانچہ ابرہہ سے متعلق ایسی روایت بطور خاص موجود ہے کہ وہ ایک ایسی بیماری کا شکار ہوا تھا جس سے اس کے جسم سے گوشت کے لو تھڑے گرتے تھے۔ یہ واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں مذکور ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے ان کی تدبیر ناکام نہیں بنا دی۔ اور اس نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کنکر پھینکتے تھے۔ پس اس نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا۔'' ابرہہ کا یہ حملہ تاریخ میں اصحاب الفیل کے حملے کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی ہاتھی والوں کا حملہ۔ یہ اس لیے کہ ابرہہ کے پاس ایک ہاتھی تھا یا بعض روایات کے مطابق کئی ہاتھی تھے۔ کیونکہ ہاتھی مکہ کے قریش کے لیے ایک نئی اور عجیب مخلوق تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے کبھی اسکو نہیں دیکھا تھا۔ تو نہ صرف یہ کہ انہوں نے ان حملہ آوروں کو اصحاب الفیل کا نام دیا بلکہ اس سال کا نام بھی عام الفیل یعنی ہاتھیوں کا سال رکھا۔ اصحاب الفیل کی تباہی سے قریش میں کعبۃ اللہ کی تعظیم بہت بڑھ گئی اور عرب کے دیگر قبائل قریش کو مزید عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 ستمبر 2021ء)

﴾2﴿

# بچوں میں حصول علم کا شوق کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟

مطالعہ خواہ دینی علم کا ہو یا دنیاوی انسانی شخصیت نکھارنے اور معاشرے میں ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔ مطالعہ سے افراد کی اجتماعی زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ مفید اور اعلیٰ ادب کے مطالعہ نے انسانی تاریخ میں ایسی ایسی انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں کہ آج کا دور جدید اور سائنسی ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے اور پڑھی لکھی بستیوں اور ان پڑھ بستیوں کے مکینوں کے رہن سہن، آداب گفتگو کے حوالے سے بہت فرق ہے۔ آنحضور ﷺ نے ہر مسلمان پر علم کا حصول ان الفاظ میں فرض قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ”طَلَبُ الْعَلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلیٰ كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ۔“

لیکن آج اس سائنسی دور میں جدید ایجادات کی وجہ سے بچوں کا رحجان مطالعہ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ آئیں! دیکھتے ہیں کہ ہم کیسے ان Teenage بچوں میں مطالعہ کے حصول کا شوق پیدا کر سکتے ہیں۔

جب ہمارے ذہن میں کتاب کا لفظ آتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ استاد کا لفظ دماغ میں ابھرتا ہے کیونکہ استاد اور کتاب لازم وملزوم ہیں اور استاد کے لفظ پر جب غور کیا جائے تو سب سے اول ماں اور باپ کی شخصیات ذہن میں ابھرتی ہیں کیونکہ ماں کی گود ہی پہلا اسکول اور پہلی نرسری ہے۔ ماں کو دعاؤں کے ساتھ، تسبیحات کے ساتھ مادی دودھ کے ساتھ روحانی غذا بھی مہیا کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم کی تلاوت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب سے اقتباسات بلند آواز سے پڑھتے رہنا چاہیے۔ یہ خیال نہ کرے کہ بچہ تو ابھی سمجھتا نہیں، وہ سنتا نہیں اور اس کے دماغ کی صاف سلیٹ پر کچھ اچھی باتیں نقش ہو رہی ہوتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے

تھے کہ میں نے قرآن کریم پہلی دفعہ اپنی ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ جونہی بچے سوچنے سمجھنے اور بولنے کی عمر کو پہنچیں یسرنا القرآن پڑھانا چاہیے۔ قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔

آج کل جس طرح مائیں علی الصبح بچوں کو اسکولز کے لیے تیار کرتی ہیں ویسا شوق ماؤں میں بچوں کو دینی علوم سکھانے کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ گھروں میں کھانے کے اوقات میں سے کسی ایک پر فیملی کلاسز کا اجراء بھی بچوں میں تعلیم کے شوق کو بڑھائے گا۔ بچوں کو مختلف میدانوں میں کامیابی پر یا خوشی کے مواقع پر اچھی کتب بطور مطالعہ دینی چاہیں۔ اسی طرح ایک ماں ایک معمولی بچے کو سونا بنا دے گی۔ آنحضور ﷺ نے ''المهد'' کے الفاظ استعمال فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ ماں کی گود یا پنگوڑھے سے ہی علم کا آغاز ہوتا ہے۔

جدید ایجادات بالخصوص الیکٹرانک میڈیا جہاں بچوں کے اخلاق پر تبر کا کام کر رہا ہے وہاں ان کے ذریعہ بچوں میں شوق بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کمپیوٹر پر DVD وغیرہ پر CD کے ذریعہ حضور انور کے خطبات وارشادات سنائے جا سکتے ہیں۔ Portable Drive کے ذریعہ ہیڈ فونز پر جہاں بچے گانے سنتے ہیں وہاں نظمیں بھروا کر دی جا سکتی ہیں۔ بچوں کو آج کل موبائل فونز کی addiction ہے۔ موبائل فونز میں قرآن کریم کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ، احادیث اور اچھے تربیتی اقتباسات بھروا کر دیے جا سکتے ہیں۔ الغرض ان تمام جدید ایجادات کو ہم اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے بچوں میں مطالعہ کتب کا شوق اور حصول علم کی تڑپ پیدا ہو جائے آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 11 دسمبر 2021ء)

﴿3﴾

# حضرت محمدؐ کا بچوں سے حسن سلوک

دنیا میں مجھ سے سب زیادہ پیار کرنے والا وجود میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرے والدین اور مجھ سے بڑے عزیز و اقارب، رشتہ دار اور میرے چاہنے والے جو مجھ سے پیار سے پیش آتے ہیں وہ سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایسا کرتے ہیں۔ آج مجھے اس مختصر وقت میں اسی کی ایک جھلک سامعین کو دکھلانی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اپنی اولاد کی عزت کرو" اور پھر فرمایا "باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم و تربیت ہے"۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے کانوں میں اذان اور تکبیر کہا کرو تا کہ نیکی کی بات ہی کان میں پڑے۔ آپؐ اپنے زیرِ تربیت بچوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ "اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر" آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ "بچوں کو چوما کرو کہ اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں"۔

ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں میں نے کبھی نہیں چوما آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اس کا رونا، اس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ اسی

لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریمؐ سے بڑھ کر بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں 10 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے ان دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک جگہ افسردہ کھڑا تھا۔ آپؐ نے دیکھ لیا کہ یہ دوسرے بچوں کو حسرت سے دیکھ کر رو رہا ہے کہ ان کے ماں باپ ہیں اس لئے ان بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہیں۔ آپؐ اس بچے کو گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیئے۔ نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہ تمہاری ماں ہے اور فاطمہ تمہاری بہن ہے۔

پس ان ننھے پھول سے بچوں کو جو آج کے بچے اور کل کے باپ بننے والے ہیں۔ پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ گود میں اٹھاتے، ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کے لیے دعائیں کرتے، ان کو دین کی باتیں سکھاتے، اس حسن سلوک کی وجہ سے بچوں کو بھی آپؐ سے بے پناہ محبت تھی۔ بچے جب آپؐ کو دیکھتے تو خوشی اور شوق سے بھاگ کر آتے اور آپؐ باری باری ان کو گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو خود پہلے سلام کرتے ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور نیک اور اچھی باتیں بھی بتاتے.

ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے اسے کندھے پر سوار کرکے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فوراً فرمایا "سوار بھی کتنا پیارا ہے"

آپؐ اپنے اور امت کے بچوں سے تو پیار کرتے ہی تھے۔ آپ کا پیار صرف مسلمانوں یا مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ نہیں تھا۔ امت سے باہر بچوں سے بھی پیار سے پیش آتے۔ آپ ہمیشہ بچوں سے محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتے اور ان کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے ایسا ہی

ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی۔ حضور مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

الغرض میرے پیارے آقا اس شعر کے حقیقی مصداق تھے۔

ہے محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰة علیك السلام

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 26 فروری 2022ء)

﴿4﴾

# حضرت محمدؐ کا جانوروں سے حسن سلوک

آج اس ہستی کی سیرت مبارکہ کے ایک پہلو "جانوروں سے حسن سلوک" کا تذکرہ کرنا مقصود ہے جو سراپا رحمت اور حسن سلوک کی اعلیٰ مثال تھا اور لامحالہ بے مثال تھا اور جو کامل تھا ہر ایک پہلو سے اور اُس کا ہر انداز نرالہ اور قابلِ تقلید تھا اِسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) یقیناً تمہارے لیے اللہ کے اس عظیم رسول میں ایک کامل اسوہ حسنہ ہے۔ اور آپ کی سیرت بیان کرتے ہوئے اکثر یہ شعر ذہن میں آجاتا ہے کہ

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا، تیری شناسائی کا

آپؐ نوع انسان، حیوان، چرند پرند، نباتات اور حشرات الارض سب کے لیے بطور رحمت تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ایک سفر میں پڑاؤ کیا۔ ایک شخص نے جاکر ایک چڑیا کے گھونسلے سے انڈے نکال لئے۔ وہ چڑیا آکر رسول کریمؐ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سر پر منڈلانے لگی۔ نبی کریمؐ کی نظر اس پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پرندہ کو کس نے دکھ پہنچایا ہے۔ ایک شخص نے کہا "حضور میں نے اس کے انڈے اٹھائے ہیں" رسول کریمؐ نے فرمایا "جاؤ! اس کے انڈے واپس اس کے گھونسلے میں رکھ دو"

آپ نے شکاری پرندے نیز چیونٹی، شہد کی مکھی اور ہد ہد کو مارنے سے منع فرمایا۔ حشرات الارض پر رحمت کا اندازہ اس روایت سے بھی ہوتا ہے کہ آپؐ نے گھروں میں رہنے والے سفید رنگ کے چھوٹے بے ضرر سانپوں کو مارنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اسی رحمت دوجہاں کو دیکھ کر حیوان بھی اپنے دُکھوں کا مداوا کروانے کے لیے بِلبِلاتے ہیں۔ ایک صحابی کی اونٹنی آپ کو دیکھ کر بِلبِلانے لگی۔ آپؐ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ ''تم اپنی اونٹنی کا خیال نہیں رکھتے۔ جو یہ مجھ سے شکایت کر رہی ہے اس کا خیال رکھا کرو اور وقت پر چارہ اور پانی ڈالا کرو۔'' آنحضرتؐ کی رحمت کی گواہی لینی ہے تو اس فاختہ سے بھی جا کر لو جس کے بچوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سفر کے دوران اٹھا لیا اور فاختہ بھی فریاد لے کر آپؐ کے سر پر منڈلانے لگی۔ آپؐ نے فوراً اس کی فریاد کو سمجھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ فوراً اس کے بچوں کو واپس رکھو۔ کیا کسی کی رحمت اتنی پھیلی کہ ہر ذی روح نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ نہیں نہیں یہ ہمارے آقا ہی تھے جو رحمۃ للعالمین تھے۔

الغرض رسول کریمؐ جانوروں سے بھی نہایت رحم اور شفقت کا سلوک فرماتے اور ہمیں بھی یہی تعلیم دی کہ جانداروں پر ظلم اور زیادتی ہر گز نہ کرو ان سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ آج ضرورت ہے اس امر کی کہ ہم بھی حسن سلوک میں آپؐ کی پیروی کریں۔

زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام
علیک الصّلوٰة علیک السّلام

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 12 مارچ 2022ء)

﴿5﴾

# حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

دلیر، بہادر اور بارعب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلفائے راشدین میں سے دوسرے خلیفہ تھے۔ فاروق آپ کا لقب تھا۔ آپ ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعا سے قبول اسلام کا شرف پایا۔ اسلام کو قبول کرنے سے قبل آپ حضرت محمد ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ آپ ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ کے شکار کی تلاش میں نکلے تھے مگر بالآخر آپ ﷺ پر ایمان لا کر خود شکار ہو گئے۔ آپ نہایت متقی، نیک، غریب پرور اور اسلام کے لیے غیرت رکھنے والے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب خدا نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی تو میرے لیے آنحضور ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ ہے۔

آپ اس قدر دلیر اور نڈر تھے کہ آپ مدینہ ہجرت کرنے سے قبل قریش مکہ کے پاس گئے اور اپنے مدینہ جانے کا اعلان کیا اور کہا کہ کوئی ماں کا لال ہے تو روک کر مجھے دکھلائے۔ آج نماز سے پہلے نمازیوں کو بلانے کے لیے جو اذان دی جاتی ہے اس کے آغاز کا سہرا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خواب میں آذان کے الفاظ سکھلا دیئے تھے۔

آپ نے مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ جنگ احد میں جب پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور کفار نے مشہور کر دیا کہ محمد نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مارا گیا ہے اور پھر اپنے خدا هُبُلْ کی بلندی ظاہر کی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے بھیجا کہ جا کر اعلان کرو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلْ کہ اللہ سب سے بڑا اور کبریائی والا ہے۔

آنحضور ﷺ سے آپ کو اس قدر پیار اور عقیدت تھی کہ آپ کی وفات پر آپ کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضور ﷺ بھی دنیا چھوڑ سکتے ہیں۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ جو کہے گا کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں میں اس کی گردن اتار دوں گا۔ لیکن پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے وفات کے اعلان کے بعد آپ نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا۔ آپ نے حجر اسود کو چومتے ہوئے کہا کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر تجھے رسول اللہ ﷺ نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بھی نہ دیتا کیونکہ تو نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔

آپ کے کارناموں میں مجلس شوریٰ اور احتساب کے نظام کا قیام، بیت المال اور جمع قرآن کا مشورہ دینا ہے۔ آپ خود اپنی پیٹھ پر سامان اٹھا کر رات کو غرباء کے گھر پہنچاتے اور اپنے اونٹ کو خود نہلاتے۔ کسی نے کہا کہ آپ خود کیوں نہلا رہے ہیں غلام جو ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود سب سے بڑا غلام ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف اپنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 09 نومبر 2021ء)

﴿6﴾

# صحابیات میں حیا کے بہترین نمونے

حیا عربی کا لفظ ہے جو اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معانی شرمانے اور اپنے ستر کو چھپانے کے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیّ یعنی حیادار اور ستّار یعنی بہت پردہ ڈالنے والا ہے۔ اور اللہ حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ اور ایک جگہ آنحضرتؐ نے حیا کو ایمان کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔

جب ان معانی کو آنحضرتؐ پر ایمان لانے والی خواتین مبارکہ پر چسپاں کرتے ہیں تو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اور صِبْغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً کے قرآنی احکام کے تابع ان صحابیات کو اللہ تعالیٰ کی اس بابرکت صفت کو اپنے اندر موجود دیکھتے ہیں۔

صحابیات میں حیا کے بہترین نمونے بیان کرنے کا آغاز خاکسار ام المومنین کی حیاداری سے کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیا کی پیکر تھیں۔ آپ کی حیاداری کا یہ عالم تھا کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے حجرے میں جب آنحضورؐ اور میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون تھے تو میں اپنے گھر میں بلا دریغ آجایا کرتی تھی۔ بلکہ میں اپنا لباس بھی بدل لیتی تھی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کے پہلو میں مدفون ہوئے تو میں ان سے شرم کرتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے مکمل لباس کے ساتھ داخل ہوتی تھی۔

* حضرت ام خلود رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا کسی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ وہ آنحضورؐ کے پاس اس حوالہ سے معلومات لینے آئیں تو وہ باپردہ اور حجاب میں تھیں۔ کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال پوچھنے

آئی ہو اور نقاب اوڑھے ہوئے ہو۔ اس پر فرمانبردار حضرت ام خلود رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھ پر میرے بیٹے کی مصیبت آئی ہے میرے پردے اور شرم وحیا پر کوئی مصیبت نہیں آئی۔

* ایک حبشی عورت آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ مرگی کے مرض کی وجہ سے میرا استر کھل جاتا ہے۔ تو آنحضورﷺ نے فرمایا صبر کرو تمہارے لیے جنت ہے۔ میں تمہارے لیے دعا کروں گا۔

پردہ، حیا، حجاب جو بھی نام دے دیں یہ خواتین کا فطری زیور اور زینت ہے جس سے عورت کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ عورت تو چمن میں پھول کی طرح ہے اور پھول چمن میں ہی ہرا بھرا اور خوبصورت لگتا ہے۔ لہٰذا ہم عورتیں گھروں میں باپردہ اچھی لگتی ہیں اور ہمیں حیا کو زندگی کا حصہ بنانا چاہیے تاہم خاندان اور جماعت کی عزت و آبرو بن کر زندگی بسر کریں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 22 دسمبر 2021ء)

﴾7﴿

## دعا کی اہمیت

دعا کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے یہ ایک عظیم ہتھیار ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ

وہ کون سی ہستی ہے جو بندہ کی دعا مضطر سن کر بے تاب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے قریب آجاتی ہے نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھے پکارو تم مجھے اپنے قریب پاؤ گے

عرش کو چیر گیا نالہٗ دلگیر آخر
مات تدبیر کو خود کر گئی تقدیر آخر

حقیقت یہی ہے کہ سچی دعا خدا کے حضور گڑ گڑا کر کی جائے تو وہ ضرور قبول کی ہو گی۔ جو دعا میں اثر ہے وہ شائد کسی اور چیز میں نہیں۔ ہمیں خدا کے حضور سچے دل سے دعا مانگنی چاہیے پھر دیکھیں کہ کس طرح خدا کی تقدیر اثر دکھاتی ہے کس طرح ناممکن کام ممکن ہو جائے گا کوئی ایسا جائز کام نہیں جو ادھورا رہ جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

رسول کریم ﷺ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر دیکھئے قدم قدم پر آپ کو یہی سبق ملے گا کہ آپ نے بھی ہمیشہ اپنے دشمنوں کے حق میں دعا ہی کی تھی۔ عرش عظیم سے خدا کی طرف سے حکم

جاری ہوتا ہے۔ جس وقت آپ طائف کی وادی میں لہولہان بیٹھے ہوتے ہیں۔ کہا کہو تو یہ طائف کے پہاڑ اس بستی پر گرا دئے جائیں۔ مگر آپ کا دل درد سے تڑپ اٹھتا ہے فرمایا نہیں نہیں میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ خدا انہیں ہدایت دے اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کی اہمیت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

دعا ہمدردی کی ایک قسم ہے نہ اس میں زور لگانا پڑتا ہے نہ زر۔ بلکہ انسان دوسروں کے واسطے دعا کر کے انہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے اگر وہ تب بھی اس ہمدردی سے فائدہ نہ لے تو بہت بڑا بدنصیب ہے۔ جو دوسروں کے لیے دعا کرتے ہیں ان کو یہ عظیم الشان فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔ دعا ایک ایسی چیز ہے جو خشک لکڑی کو سرسبز اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں ایک دوست عبدالکریم کو باؤلے کتے نے کاٹا۔ علاج سے درست نہ ہوا اس کو رسولی میں علاج کے لیے بھجوایا گیا جہاں سے وہ صحت یاب ہو کر لوٹا مگر کچھ دیر کے بعد پھر بیمار ہو گیا تو ہسپتال والوں نے تار کر کے جواب میں کہا کہ

Nothing can be done for Abdul Kareem

کہ عبدالکریم کے بارہ میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس کو صحت عطا کی اور لمبی عمر پا کر اس نے وفات پائی۔

دعا ایک اسم اعظم ہے جس کے سامنے کوئی چیز انہونی نہیں ہے مشکل کشائیاں دعا ہی کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ الغرض دعا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے جو ہر مصیبت میں کام آسکتا ہے بہت ہی بدنصیب ہے وہ انسان جو اس ہتھیار کے ہوتے ہوئے بھی کسی اور کی طرف بھاگے اور خدا کے سوا کسی اور سے مدد مانگے۔ سچا مومن وہی ہے جو اپنی ضرورت پر خدا کے آگے جھکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں دعا کے بارہ میں بار بار ارشاد فرمایا ہے اور تاکید کی ہے کہ خدا کے حضور جھکیں اور گڑا گڑا کر اپنے اور دوسروں کے لیے بے شمار دعائیں کریں۔ صرف خدا ہی کو اپنا حقیقی کارساز سمجھیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا دعا کے سوا عالم اسلام کے مسائل کا حل کوئی نہیں۔

پس آئیں! اپنے عظیم اور پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے خدا کے حضور جھک جائیں اور دردمندانہ دعائیں کریں جو خدا کے حضور پہنچیں اور ہمیں شرف قبولیت عطا ہو۔ سچے دل سے کی گئی دعا ایک نہ ایک دن ضرور ہماری بے رنگ زندگیوں میں رنگ بھر کر اسے تقوی سے مزید مزین کرے گی۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 مئی 2022ء)

﴿8﴾

# نماز باجماعت کی اہمیت

نماز اسلام کا ایک اہم رکن ہے جس سے غفلت اور سستی کی صورت میں معافی نہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے۔ اور قرآن کریم میں تو تمام عبادات میں سے نماز کو تمام امور پر فوقیت دی ہے اور جگہ جگہ نماز باجماعت پر زور دیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں کہیں بھی اکیلے نماز پڑھنے کا ذکر نہیں، بلکہ سب جگہ نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی عادت ڈالو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر تادیب کرو۔ ہمارے آقا جو رحمۃ للعالمین تھے اور بچوں سے ماں باپ سے بڑھ کر حسن سلوک و پیار کرنے والے تھے۔ ساری احادیث پڑھ جاؤ کہیں بھی بچوں کو مارنے یا سزا دینے کا ذکر نہیں ملتا۔ مگر نماز ایک ایسی اہم چیز ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نماز میں لیت و لعل یا سستی کا مظاہرہ کریں تو ان کو سزا دو، کیونکہ یہ اہم چیز ہے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر انسان اس میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس کے دوسرے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور اگر ناکام ہو گیا تو پھر اس کا انجام بہت برا ہو گا۔

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر ایک نماز ترک کی اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

نماز باجماعت ایسی عبادت ہے جو انسان کو خدا سے ملاتی ہے اور پانچ وقت انسان اپنے خدا سے ملاقات کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز وہ سواری ہے جس کے ذریعہ انسان خدا تک پہنچتا ہے۔ اس لیے آنحضور ﷺ فرماتے ہیں نماز مومن کی معراج ہے اور بندہ خدا کے سب

سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو۔ اس لیے سجدہ میں تم بہت دعا کیا کرو اور نماز باجماعت پڑھنے کا ثواب ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ بیان فرمایا ہے۔

ایک دفعہ ایک نابینا شخص آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسجد میں نماز پڑھنے سے رخصت چاہی کہ راستے میں کیچڑ یا پتھروں کی وجہ سے ٹھوکریں لگتی ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو روکا اور پوچھا۔ کیا تمہارے کانوں میں اذان کی آواز آتی ہے؟ تو اس نے کہا، جی حضور! اذان کی آواز تو آتی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کا جواب دو اور نماز مسجد میں ہی باجماعت پڑھا کرو۔

اس سے نماز باجماعت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک نابینا اور ٹھوکریں کھانے والے شخص کو بھی اکیلے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو تادم آخر نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 28 اکتوبر 2021ء)

《9》

# آنکھوں کی ٹھنڈک نماز: قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ

یہ نبی کریمؐ کا ایک جملہ ہے جس میں آپؐ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا بنیادی مقصد ایک خدا کی عبادت کرنا قرار دیا اور ان عبادات میں سے سب سے افضل عبادت نماز کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں بھی سب سے زیادہ جس امر کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے وہ نماز ہی کا قیام ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بھی سب سے زیادہ توجہ اسی امر کی طرف ہی دلائی ہے۔

آپؐ نے نماز کو محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جبکہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اَلصّلَاۃُ عَلیٰ وَقْتِھَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

پھر آپؐ نماز کو گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لُيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ يُرِيْدُبِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَهَافَتْ عَنْهُ ذُنُوْبَهٗ كَمَا يَتَهَا فَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ)

جب ایک مسلمان اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔

ایک موقعہ پر آپؐ نے نمازوں کی اہمیت کو ایک مثال دے کر واضح فرمایا:

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

(مسلم کتاب الصلوۃ باب المشی الی الصلوۃ)

کہ پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس پانی سے بھری ہوئی نہر چل رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود صحابہ سے پوچھا۔ کیا ایسے شخص پر میل رہے گی؟ صحابہ نے عرض کی کہ نہیں حضور! ہر گز نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہی کیفیت اس شخص کی ہو گی جو روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے روحانی نہر میں نہاتا ہے۔

پس نماز سے متعلق جب ہم آنحضورؐ کے نمونہ کی طرف دیکھتے ہیں تو کہیں آپ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاة کہتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا قول ''اَفَلَا اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا'' کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وہ نمونہ ہے جو حضورؐ نے اپنی امت کے سامنے پیش کیا۔ اب امت کا فرض ہے اس اسوہ کو اپناتے ہوئے اس محبت کا حق ادا کریں جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے محبت ممکن ہو گی۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ اگر اللہ سے محبت کرنی ہے تو میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو میرے اسوہ پر چلو۔ خدا کی محبت اور قرب اسی صورت میں میسر ہو گا جب نبیؐ کے اسوہ پر چلا جائے۔ اور آپؐ کے اسوہ میں سب سے زیادہ اہمیت اور آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور اکرمؐ کے اسی اسوہ کے بارے میں کچھ یوں نصیحت فرماتے ہیں:

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں نماز نہیں وہ مذہب نہیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 263)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے۔ اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

(خطبات نور جلد دوم صفحہ 98)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ سب جن کا جماعت سے تعلق ہے جو مجھے اپنا سمجھتے ہیں ان سب سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ نمازوں کو قائم کریں اپنے گھروں میں بھی اپنے گردوپیش اپنے ماحول میں بھی اور صلوۃ وسطی کی حفاظت کریں اور صبح کی نماز کی طرف واپس لوٹیں کیونکہ اگر یہ نماز ادا نہ ہوئی تو ان کی ساری زندگی جہنم کمانے میں صرف ہو رہی ہے۔

(خطبہ جمعہ 10 اکتوبر 1997ء)

نیز فرمایا:

نماز وہ بنیادی کام ہے جس کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب نہیں برپا کر سکتے۔

(خطبہ جمعہ 22 جولائی 1988ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا جو خلافت کی صورت میں جاری ہے تبھی فائدہ اُٹھا سکیں گے جب ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔“

اللہ کرے ہم نبیؐ کے اسوہ پر چلتے ہوئے اپنے محبوب امام کی خواہشات کے مطابق نمازوں کو قائم کرنے والے ہوں ورنہ ہمارا صرف دعویٰ ہی ہو گا۔ جس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کرے ہم خدا کی محبت کو اور رسولؐ کے اسوہ کو اپنانے والے ہوں۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 27 جنوری 2022ء)

﴾10﴿

## جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
## نصرتِ الٰہی، صبر واستقامت کی اہمیت

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

(حم السجدہ:31)

اس دنیائے آب و گل میں کچھ ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں جو تخت و تاج کے مالک تو نہ تھے مگر بڑے بڑے مغرور بادشاہ ان کی بارگاہ میں جھکتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے ملک تو فتح نہیں کیے مگر دلوں کی اقلیمیں ضرور ان کے لیے مسخر تھیں۔ ان کا لاؤ لشکر اور جاہ و جلال تو نہیں تھا مگر وہ کسی جابر سے جابر شخص کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ یہ سب محبتِ الٰہی کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ محبتِ الٰہی کے میدان میں شدید آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جیتے ہیں۔ ان کا دل خوفِ خدا استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ مخالفت کا ہر دور ایک بانکپن کے ساتھ گزارتے ہیں اور یہ بانکپن انہیں خدا کے اس اعلان کے بعد حاصل ہوتا ہے کہ دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس اعلان کے سہارے وہ ظلم کا ہر وار ہنس کر سہہ جاتے ہیں۔ وہ کانٹوں کی پرواہ نہیں کرتے ان کے دل پھولوں کی نکہتیں محسوس کرتے ہیں۔ ہر طرف سے بے نیاز وہ خونِ دل سے چمن آراستہ کرتے چلے جاتے ہیں اور خدا کی محبت کے ساتھ اپنے آپ کو زندہ و جاوید کر جاتے ہیں۔ وہ چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے لوہے میں ڈوبے ہوئے دشمنوں کے سامنے جاتے ہیں۔ بے خوف، بے خطر، وہ خدا کے ہو جاتے ہیں تو خدا انہیں موت سے

بے خوف کر دیتا ہے۔ وہ مرنے کی دعائیں مانگتے ہیں نہ مرنے پر افسوس کرتے ہیں۔ وہ وقت کی سنگین چٹانوں پر اپنے پنجے گاڑ دیتے ہیں۔

وہ خود تقدیر یزداں بن جاتے ہیں۔ نہ امارت و شہرت ان کی راہ میں حائل ہو سکتی ہے اور نہ حکومت کا جاہ و جلال انہیں مرعوب کر سکتا ہے۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے بڑے بڑے بادشاہوں کی کھوپڑیاں تہہ کر دی جاتی ہیں۔ ان کی محفلوں میں حال کی تلخیوں اور مستقبل کے اَن جانے اندیشوں کے سائے دور دور تک نظر نہیں آتے۔ وہ خدا کی محبت اور عشق کے سفینہ پر سوار ہو کر ہر بحرِ غم کو عبور کر جاتے ہیں۔ سمندر انہیں پایاب معلوم ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدق و وفا کے جو چراغ انہوں نے روشن کیے زمانے کی تند و تیز آندھیاں انہیں کبھی بجھا نہیں سکیں۔ خدا ان کی ڈھال بن جاتا ہے وہ حادثوں کی گود میں پلتے ہیں اور زمانے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ ان کی جرأت اور عزم و استقامت کے ارد گرد لاالہ الااللّٰہ کا حصار ہوتا ہے جو ایک طرف تسخیر کائنات کا سبق دیتا ہے تو دوسری طرف تسلیم و رضا اور عبودیت کے آداب سکھاتا ہے۔ خدا کے فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں اور انہیں یقین و اطمینان کی دولت سے مالامال کر جاتے ہیں کہ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا نہ ڈرو اور نہ غم کرو میں تمہاری حفاظت کے لیے تمہارے دشمنوں کی گھات میں ہوں۔ تب وہ خدا سے تعلق، مان پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ

؎ جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں!
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

دیکھو! سرورِ عالم کے جن کی لذت سے آشنا جان خدا کی راہ میں لاکھوں مصیبتیں اٹھا کر نہ اکتاتی۔ مکے ہی میں ساری عمر تکلیفیں اٹھاتے چلے جاتے مگر ادائے فرض کا خیال پیش نظر تھا اس لیے مکہ میں

کامیابی کی راہیں مسدود پاکر مدینہ کو عازم سفر ہوئے کہ شائد وہاں نخلِ توحید پھلے پھولے بار آور ہو۔ ایک غار میں پناہ لی۔ دشمن وہاں بھی پہنچ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پیارے آقا دشمن سر پر آپہنچا۔ صدیق اکبر سر تاپا اضطراب اور رسول خدا ہمہ تن اطمینان فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابو بکر مت گھبراؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اطمینان صرف ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو خدا کے ہوتے ہیں۔

دنیاو آخرت میں صرف وہی سر بلند ہے جو عناصر کی ستم آرائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے۔

اس دور میں بھی جب مسیح محمدی پر ایک مقدمہ دائر کیا گیا اور اس بات کا کامل یقین تھا کہ آپ کو سزا ہو جائے گی خدام بہت مضطرب تھے۔ ان کی بے چینی دیکھ کر حضور علیہ السلام نے پر شوکت الفاظ میں فرمایا

”خدا کے شیروں پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے“

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 13 جنوری 2022ء)

﴾11﴿

## برکات خلافت

"خلافت" خاء کی زیر کے ساتھ پانچ حرفی نہ صرف عربی لفظ ہے بلکہ ایک ایسا بابرکت ادارہ (Institution) ہے۔ جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کے لقب سے ہوتا ہے۔ لیکن آج مجھے ایک ایسی خلافت کی برکات وفیوض کا ذکر کرنا ہے۔ جو ایک نبی کی وفات کے بعد شروع ہوتی ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے صفحہ ہستی پر قائم رہ کر اپنی برکات بکھیرتی اور لوگوں کو مستفیض کرواتی ہے۔

ویسے تو میں خلافتِ راشدہ کی انگنت برکات کا تذکرہ کرنے لگوں تو میری تقریر کا وقت ختم ہو جائے۔ لیکن آج میں اس مختصر سے وقت میں خلافتِ احمدیہ کی برکات کا ذکر اختصار کے ساتھ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی برکات کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مقامات بالخصوص سورۃ النور آیت 56۔57 میں فرمایا ہے جو یہ ہیں۔

1۔ ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کے ساتھ خلافت کے قیام کا وعدہ۔ جب تک خلافت قائم رہے گی تب تک خلافت پر ایمان لانے والے لوگ حقیقی معنوں میں مومن اور اعمالِ صالحہ سے مزین رہیں گے۔

2۔ تمکنت دین یعنی دین مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔

3۔ خلافت سے ہر خوف امن میں تبدیل ہوگا اور جماعت پُرامن رہ کر ترقی کرتی چلی جائے گی۔

4۔ توحید، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت قائم رہے گی۔

5۔ نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی اور کامل اطاعت کے نمونے دکھلانا بھی اس کی برکات میں شامل ہیں۔

آج صفحہ ہستی پر مسلمانوں میں صرف آپ ہاں صرف آپ وہ مبارک وجود ہیں جن میں خلافت قائم ہے۔ اور ہمارے خلیفہ وقت کو اب تمام دنیا میں Khalifa of Islam کا لقب مل چکا ہے جبکہ باقی مسلمان خلافت کی تلاش میں مارے مارے سرگرداں پھرتے، خلافت کی ضرورت اور اہمیت پر تقاریر کرتے، ریلیاں نکالتے اور سڑکوں پر جلوس نکالتے نظر آتے ہیں۔ ان کا اس امر کا اظہار کہ خلافت ہونی چاہیے اپنی ذات میں خلافت کی برکات اور فیوض کا اعلانیہ اعتراف ہے۔ ان نام لیوا مسلمانوں کو کیا معلوم کہ خلافت انعامِ خداوندی ہے جو ان شرائط پر پورا اترنے والے مسلمانوں کو دی جاتی ہے جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ آئیں! اختصار کے ساتھ ان برکات کا احاطہ کرتے ہیں جو اُوپر بیان ہوئی ہیں۔

نمبر 1۔ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں خلافت کامیابی کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جماعت احمدیہ میں کامل ایمان لانے والے اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے مبارک وجود موجود ہیں۔ بالخصوص آج کے اس مادہ پرست دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے وفادار احمدی عطا کیے ہیں جو اپنے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانی کرنے میں دوسروں سے کم نہیں بلکہ پیش پیش ہیں۔

نمبر 2۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو دنیا بھر میں ایسے تمکنت عطا کر رہا ہے کہ دنیا بھر کے بادشاہوں کے محلات میں احمدیت کو اسلام کے نمائندہ کے طور پر مقام ملتا اور ادب و احترام سے پیش آتے ہیں۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ اس سوچ میں گم ہیں کہ ہم کس طرح احمدیوں کو اس دنیا سے ختم کریں۔ یہ تو مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے ہیں بلکہ یوں کہنا درست ہو گا کہ وہ اب زمینی حدود سے نکل کر آسمانی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ جن سے اب مقابلہ ممکن نہیں۔

نمبر 3۔ جماعت میں ہر آنے والا خوف، خلافت کی برکت سے امن میں تبدیل ہوا۔ کیا کیا پہاڑ نہیں توڑے گئے۔ جانیں لی گئیں۔ جائیدادیں جلائی گئیں۔ اب تو تعلیمات پر قدغنیں لگانے کے منصوبوں پر دشمن عمل پیرا ہے۔ لیکن خلیفۃ المسیح نے ہر موقع پر پُر امن رہنے کی تعلیم دے کر ہمیں محفوظ کروایا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ آٹے میں سے بال کی طرح نکال کر ہمیں رکھا اور دشمنوں کی روکیں ہمارے لیے روکیں ثابت نہ ہوئیں بلکہ ایم ٹی اے کے ذریعہ اسلام احمدیت کی حسین تعلیمات کو ہمارے تک پہنچا کر خوف کو امن میں بدل دیا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس مبارک نظام سے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو وابستہ رکھیں اور برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہو گا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 27 مئی 2022ء)

﴾12﴿

# خلافت سے وابستگی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دینی و دنیوی ترقی و کامرانی اور روحانی رفعتوں اور برکتوں کے حصول کے لیے خلافت کے قیام کا وعدہ فرمایا اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق کہ آخری زمانہ میں پھر خلافت منہاجِ نبوت پر قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت اور برکت سے نوازا ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس سے وابستہ رہ کر تمام برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ یہ وہ عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ نور نبوت بڑھتا اور پھیلتا پھولتا ہے۔ خلافت دین کے استحکام اور خوف کو امن میں بدل دینے کا نام ہے۔ خلافت علم و حکمت کا خزانہ اور عظمت و تمکنت کا نشان ہے۔ خلافت وہ حصنِ حصین ہے جس کا ہر باسی ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ خلافت تنظیم و ملت کی جان ہے اور تمام برکتیں اور عظمتیں، عزّتیں اور رفعتیں اور دین و دنیا کی بھلائیاں اور ترقیات اس سے وابستہ ہیں۔

پس ساری برکتیں، رفعتیں اور فضیلتیں خلیفہ وقت کی سچی وفاداری، وابستگی اور اطاعت میں ہیں۔ جو بھی خلافت سے مضبوط تعلق رکھے گا، بابرگ و بار ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر رہے گا، کیونکہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی یہ عظیم خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہاتھ امام رکھنے والی جماعت پر ہوگا۔ ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ الْجَمَاعَۃِ''

؎ خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
خلافت غریبوں کا ہے آسرا

نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے ہے دم سے ہماری بقا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خلافت کی وابستگی کی اہمیت و برکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھے رہوگے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر ساری دنیا مل کر بھی تمیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کرسکے گی۔“

پھر فرمایا:

”اس سے جتنا زیادہ تعلق رکھوگے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت اور اس سے جس قدر دور رہوگے اُسی قدر تمہارے کاموں میں بے برکتی پیدا ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم ہمیشہ خلافت کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اُٹھانے والے ہوں۔ آمین

؎ رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہوگا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 03 نومبر 2021ء)

﴾13﴿

# خلافت سے وابستگی میری ضرورت

خلافت میری ضرورت اس لیے ہے کہ میں ایک احمدی مسلمان ہوں جو قرآن کریم کو سچی کتاب اور حضرت رسول کریم ﷺ کو سچا رسول مانتا ہوں اور ان دونوں نے ہمیں بتلایا ہے کہ خلافت ایک الٰہی نظام ہے جو اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے اور جس پر عمل کرنا میرے لیے ضروری ہے یہ میری روح کی غذا ہے۔ جو میری رہنمائی کرتی ہے کہ آج کل کے اس مادی معاشرے میں، میں نے اپنے جسم کی کیسے حفاظت کرنی ہے۔ یورپ کی گندگیوں اور غلاظتوں سے میں نے کیسے بچنا ہے۔ اس معاشرے میں، میں نے کیسے نماز پڑھنی ہے۔ کیسے اپنے خدا سے تعلق جوڑنا ہے۔ کیسے میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنی ہے کیونکہ اللہ کی مخلوق اُس کا کنبہ ہے۔ خاندان ہے۔ والدین کی خدمت کرنے کے قرینے خلافت سکھلاتی ہے۔ بہن بھائیوں کی عزت و احترام کرنے کے طریق سکھلاتی ہے۔ اسلام سے محبت میں خلافت نے مجھے بہت بڑھایا ہے۔ انسانیت سے پیار میں بڑھایا ہے۔ ایک دوسرے کی عزت اور مذاہب میں ہم آہنگی کرنا خلافت نے ہی مجھے سکھلایا ہے۔ ایک انکل کہا کرتے تھے کہ اگر میں احمدی نہ ہوتا تو شاید میں بھی وٹے مارنے والوں سے ہوتا۔ مجھے خلافت نے اسلام کے تمام فرقوں سے پیار سکھلایا ہے۔

الغرض خلافت میرے لیے اس لیے ضروری ہے کہ یہ مجھے بتاتی ہے کہ میں اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کروں اور انسان میں موجود دونوں حقوق یعنی اللہ اور مخلوق سے محبت بتاتی ہے۔

خلافت زندہ باد۔ نظامِ خلافت پائندہ باد

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 03 نومبر 2022ء)

﴿14﴾

# حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ قرآن

حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰ کی رفاقت خدا کرے
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

"کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔ یہ اُس پیشگوئی کے مبارک الفاظ ہیں جو آج کے دور کے مامور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی جس کے ساتھ کلام اللہ کا شرف ازل سے وابستہ تھا اور قرآن شریف کے انوار، محاسن اور معانی و تفسیر کا ایک نیا دلکش رُخ سامنے آنا تھا اور اس کے روحانی فیض سے ساری دنیا کو سیراب ہونا تھا۔ دریائے نیل کی طغیانی تو کسی خاص موسم کی مرہونِ منت ہوتی ہو گی مگر کلام اللہ کے شرف کے حامل اس عظیم مبارک انسان سے سیرابی کا عمل شروع ہوا تو وہ دریا کے کناروں تک محدود نہ رہا بلکہ زمین کے کناروں تک پھیلا اور قوموں نے اس سے برکتیں حاصل کیں اور آئندہ بھی حاصل کرتی رہیں گی۔ میری مراد حضرت امامنا مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ ہاں! ہاں! اس عظیم انسان سے مراد وہ ہے جس نے کہا تھا۔

نورِ قرآن کی تجلی ہے زمانہ بھر میں آج
احمد ثانی نے رکھ لی احمدِ اول کی لاج

اس عاشق قرآن کی زندگی کا ایک ایک سانس خدمت قرآن اور اشاعت قرآن کے لیے وقف رہا۔

قرآن کریم کے معارف کو بیان کرنے اور اس کے مطالب پر غور کرنے کے لیے 44 نکات آپ نے پیش فرمائے۔ پھر انہی نکات کو مد نظر رکھ کر آپ نے قرآن کریم کی ایک عظیم الشان تفسیر بیان فرمائی جو تفسیر کبیر کے نام سے دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کی تشریح کو ایک غیر از جماعت محقق مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے بلند ممتاز قرار دیا۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کے محاسن و معارف کو آپ نے ایک معرکہ آراء تفسیری ترجمہ میں بیان فرمایا جو تفسیر صغیر کے نام سے موسوم ہے جسے ایک اخبار "امروز" نے آپ کی فکر کا نتیجہ قرار دیا۔ یہ ایک ایسی غیر معمولی اور نا قابل فراموش خدمت قرآن ہے جس کے پیچھے ربانی قوت و طاقت کار فرما نظر آتی ہے۔

قرآن کریم کی عظمت و شان اور اس کی تفسیر و مطالب کو عام کرنے کی جو دھن آپ کو لگی ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی کے ہر ہر لمحہ سے عیاں ہوتی ہے اور آپ کے سوانح کا ہر ورق اس پر شاہد ہے۔ آپ نے 1910ء سے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا جب آپ کی عمر 20 سال کے لگ بھگ تھی۔ پھر اپنی زندگی میں کم و بیش 2 ہزار خطبات جمعہ و عیدین اور جلسہ سالانہ اور دیگر مواقع کی پُر معارف قرآن کریم کی تفاسیر پر مشتمل تقاریر ہیں۔

1928ء میں عورتوں میں ایک خاص درس کا اہتمام فرمایا پھر اسی سال جلسہ سالانہ پر فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک بلند پایہ علمی سلسلہ تقاریر شروع فرمایا جو 6 تقاریر کی صورت میں قرآن کریم کے انوار و محاسن کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل تھا۔

دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم کے نام پر طبع ہونے والی 27 ضخیم جلدیں اور 35 جلدوں پر مشتمل خطبات و خطابات آپ کی خدمات قرآن کی منہ بولتی تصویر اور تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہیں۔ یہ جلدوں کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔

اشاعت و خدمت قرآن جنون کی حد تک کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہونے والی اس عظیم روحانی و نورانی شخصیت پر سوار تھا کہ ساری دنیا کو اس نور سے فیض یاب کرنے کے لیے قرآن کریم کا نہ صرف انگریزی ترجمہ کروایا بلکہ آپ کے دور میں اردو اور انگریزی کے علاوہ 15 زبانوں میں تراجم قرآن شائع ہوئے۔

پس آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن سے یہ محبت اور عشق کو ہم اپنے اور اپنی اولاد کے سینوں میں جگہ دیں اور گھر گھر اصلاح کے لیے، اپنے نفس کے لیے، احوال کی اصلاح کے لیے، قرآن کریم سے محبت رکھنے والے، دین کا درد رکھنے والے چھوٹے چھوٹے مصلح پیدا ہوں اور اُن کا یہ عزم ہو۔

؎ مٹ جاؤں میں تو اس کی پروا نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفیٰ ہو

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴾15﴿

# سیرت حضرت مرزا ناصر احمدؒ

حضرت مرزا ناصر احمدؒ کا مبارک وجود خدائی بشارتوں کا حامل تھا۔ ہزاروں سال قبل الٰہی کتاب طالمود میں آپ کے خلیفہ موعود ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کے مجدد حضرت امام عبد اللہ الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین اندلس (سپین) کی روحانی فتح کا ذکر کرتے ہوئے پیشگوئی فرمائی کہ اس وقت مہدی موعود کا نائب ''ناصر دین اسلام'' ہوگا۔ خود بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ ''میں تجھے ایک نافلہ یعنی پوتا عطا کروں گا''۔ پیشگوئیوں کا سلسلہ یہیں تک نہیں رکتا بلکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے والد ماجد تھے اور خود پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق تھے اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ''میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔''

یہ تمام الٰہی وعدے قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے وجود بابرکات میں ایک عظیم شان کے ساتھ پورے ہوئے۔ حضرت اماں جان کو ایک دفعہ آپ کے بارہ میں فکر ہوئی اور آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''میاں! ناصر کو قرآن حفظ کروا دیا ہے دوسری پڑھائی کا بھی انتظام کر دو کہیں دوسرے بچوں سے پیچھے نہ رہ جائے''۔ آپ نے بڑے جوش و جذبہ سے فرمایا کہ ''اماں جان! آپ اس کا فکر بالکل نہ کریں ایک دن یہ سب سے آگے ہوگا۔''

خدا کے بندے کے الفاظ کس شان سے پورے ہوئے جب 8/ نومبر 1965ء کو قبائے خلافت عطا فرما کر منصب امامت پر فائز فرمایا۔ آپ کا سترہ سالہ دور خلافت بے شمار افضال خداوندی اور

تائیدات الٰہیہ سے روشن تھا۔ متعدد تحریکات اور ان کے بابرکت نتائج سے جماعت کو ایک عظیم استحکام حاصل ہوا۔

وقف عارضی اور تعلیم القرآن جیسی تحریکات نے جماعت کی روحانی اور علمی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

آپ کی سیرت کا ایک اہم کردار خدا تعالیٰ اور اس کے بجھوائے ہوئے عظیم نبی حضرت محمد ﷺ سے بے پناہ پیار تھا۔ آپ کی پاک سیرت کا خلاصہ ان دو فقروں میں بیان ہو سکتا ہے کہ کَانَ عُثْمَانَ وَقْتِہٖ وَ خُلُقُہٗ حُبَّ مُحمد ﷺ کہ آپ عثمانِ وقت تھے یعنی خلافت اُولیٰ کے تیسرے مظہر حضرت عثمان کی طرح تھے اور آپ کا خُلق حبِ محمد تھا۔ 1974ء کو قومی اسمبلی کی کاروائی کے آخری روز آپ نے نہایت رقت آمیز الفاظ میں قرآن عظیم کو ہاتھ میں لے کر ایوان میں اپنی تقریر کا اختتام ان الفاظ میں کیا۔

"ان تیرہ دنوں میں اگر کوئی شخص میرے دل کو چیر کے دیکھ سکتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس میں خدا اور محمد مصطفی ﷺ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے" آپ کی اس محبت کی وجہ سے جو روحانی چہرہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما رکھا تھا اس کو دیکھ کر بعض دہریئے بھی خدا کے قائل ہو جاتے۔ ایک ایم این اے جو اشتراکیت زدہ تھا آپ کے چہرہ کو دیکھ کر کہا "حضرت صاحب کو دیکھ کر اتنا ضرور سمجھ گیا ہوں کہ اس کائنات میں کوئی تو ایسی ہستی موجود ہے جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے"

آپ کی بابرکت ذات بعض خدائی وعدوں کو پورا کرنے کا بھی موجب ہوئی مثلاً بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے کا وعدہ آپ کے مبارک دور میں گیمبیا کے گورنر جنرل ایف ایم سنگھاٹے کے ایمان لانے سے پورا ہوا۔ الہام وسع مکانک کے تحت بھی آپ کے عہد مبارک میں جماعت کا بیج

چمنستان کی صورت اختیار کر گیا۔ علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کی پیشگوئی کا عالمی رنگ میں پہلا ظہور مشہور عالم سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام کی شخصیت میں آپ کے دور میں ہوا۔

براعظم افریقہ میں احمدیت کا پیغام جس شان سے آپ کے دور میں پھیلا وہ ایک عظیم اور درخشاں باب ہے قرآن کریم کی لاکھوں کی تعداد میں اشاعت کا سہرا ابھی آپ کے سر ہے۔

پاکستان کے 1974ء کے پر آشوب دور میں آپ کی اولوالعزم قیادت میں جماعت جس شان کے ساتھ سرخرو ہو کر نکلی وہ بھی اپنی ذات میں ایک عظیم تائید خداوندی ہے جو آپ کے حق میں ظاہر ہوئی۔

آپ کی سیرت تو ایک بہتا دریا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 10 نومبر 2022ء)

﴿16﴾

# جب صحیفے نشر کئے جائیں گے

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امید وار

آج مجھے جس عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے وہ ہے اس دور میں مسیح و مہدی کی آمد کی علامات میں سے ایک علامت ''جب صحیفے نشر کئے جائیں گے''

یہ علامت قرآن مجید میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کے الفاظ میں موجود ہے۔ جو قرآن کریم کے تیسویں پارے کی سورہ التکویر کی آیت 11 ہے اور اپنے ارد گرد بے شمار پیشگوئیوں میں گھری پڑی ہے۔

ایک وقت تھا جب دنیا میں نہ تو مطبع خانے تھے اور نہ ہی کتب خانے۔ لائبریریاں اگر تھیں تو خال خال۔ لوگ درختوں کے پتوں، چھالوں، ہڈیوں اور پتھروں پر لکھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قرآن حکیم کو بھی صحابہ نے اپنے سینوں میں محفوظ کرنے کے علاوہ پتھروں، پتوں اور ہڈیوں پر بھی محفوظ کر رکھا تھا۔ پھر احادیث بھی انہی طریق پر لکھی گئیں۔ محرر اور کاتب بھی بہت کم ملتے تھے۔ پورے صحابہ رضوان اللہ علیہم میں چند ایک صحابہؓ لکھنا جانتے تھے۔ الغرض لکھنے، طبع کرکے نشر کرنے کے ذرائع بہت محدود تھے۔

آج آثار قدیمہ نے زمین کو کھود کھود کر جو پرانے اور قدیم زمانہ کے عجائبات و نوادرات تلاش کئے ہیں۔ ان میں یہ تختیاں بھی شامل ہیں جو مرورِ زمانہ کے ساتھ بوسیدہ ہوتی گئیں اور ماہرین نے ان کے کچھ حصوں کو پڑھا اور محفوظ کر لیا۔ دو تین دہائیاں قبل مکرم شیخ عبد القادر محققِ احمدیت نے عیسائی

دنیامیں آثار قدیمہ سے ملنے والی برنباس انجیل دنیامیں پیش کر کے ایک تہلکہ مچادیا جس کے کچھ حصے جو پڑھے جاسکے جماعت احمدیہ کے عقائد کی تائید ہوئی اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات یافتہ ثابت ہوئے۔ پیشگوئیوں کے مطابق جوں جوں مسیح و مہدی کی آمد کا زمانہ قریب آنے لگا تو نشرواشاعت کے سامان بڑھنے شروع ہوئے۔کاغذ کی ایجاد ہوئی۔ اس پر چھاپنے کے لیے پریس، مطبع خانے نہ صرف ایجاد ہوئے بلکہ مطبع خانوں میں طباعت کی آسانی کے لیے مختلف gadgets آئے جو نشر و اشاعت میں حیران کن مدد و معاون ثابت ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اب تو طباعت میں اس حد تک آسانی ہو گئی ہے کہ آپ پر نٹنگ مشین کے کمپیوٹر میں طباعت کا میٹریل feed کر دیں اور کتابوں کی تعداد کی کمانڈ دے کر سیاہی اور کاغذوں کا انتظام کر دیں تو کمانڈ دی گئی تعداد کے مطابق کتاب اشاعت کے بعد جلد کی صورت میں آپ کو میسر ہوں گی۔

کتب کے بعد اخبارات، رسائل و جرائد کا نمبر آتا ہے۔ جو دنیا بھر میں لاکھوں ناموں سے روزانہ منظر عام پر آتے ہیں اور اشاعت میں ان کی تعداد ہزاروں و سینکڑوں میں نہیں بلکہ راتوں رات کروڑوں و اربوں کی تعداد میں دنیا میں پھیلتے ہیں۔ جو ہمیں اسٹیشنوں، لاری اڈوں، ائیر پورٹس، دکانوں اور مارکیٹوں میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔

جرائد، رسائل، کتب اور مطبع خانوں کے حوالے سے جماعت احمدیہ کی روشن اور تابناک تاریخ کا اس غرض سے مطالعہ کریں کہ یہ پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر اور آپ کے مبارک دور پر دو اور دو، چار کی طرح پوری ہوئی ہے اور آپؑ کے مبارک وجود پر بے شمار دیگر علامات کی طرح یہ علامت بھی من و عن پوری ہوئی۔ اس وقت دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کے مطبع خانوں کی تعداد دسیوں میں ہے۔ جماعت تو 212 سے زائد ممالک میں پھیل چکی ہے۔ جہاں جماعت احمدیہ کی کتب موجود ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں کتب شائع ہو کر ہر سال دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہیں۔ قریباً ہر ملک میں لائبریری موجود ہے۔ پھر جہاں تک جرائد، اخبارات کا تعلق ہے تو قریباً

ہر ملک اپنی اپنی زبان میں خواہ ایک ورقہ ہی کیوں نہ ہو لیف لیٹ کے طور پر نکال رہا ہے۔ مرکزی سطح پر الفضل آن لائن کے علاوہ پانچ چھ اخبارات طبع ہو کر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ ذیلی تنظیموں کے اخبارات و رسائل و میگزین اس کے علاوہ ہیں۔ جیسے لجنہ یو کے کے ماہانہ میگزین کا نام ”النصرت“ ہے۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ کا ایک رنگ دنیا بھر میں بڑی بڑی لائبریریوں کے قیام کی صورت میں عمل میں لایا گیا۔ جہاں سے لاکھوں لوگ روزانہ استفادہ کرتے ہیں یہ بھی نشر و اشاعت کی ایک علامت ہے۔ ابھی میں اوپر gadget کا ذکر کر آیا ہوں۔ جس میں کمپیوٹرز، لیپ ٹاپ، آئی پیڈز، فونز وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ذریعہ اشاعت میں جتنی سرعت آئی ہے۔ اس کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ چند لمحوں میں ایک میسج دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے۔ ایک وقت میں خط کو منزل پر جاتے جاتے کئی کئی دن لگ جاتے تھے مگر آج خط و کتابت منٹوں میں ساری دنیا میں نشر ہو جاتی ہے۔ روزنامہ الفضل آن لائن جب لندن وقت کے مطابق رات 12 بجے لینڈ کرتا ہے تو آناً فاناً وہ دنیا بھر میں احمدیوں اور بعض غیر احمدیوں کے موبائل فونز و دیگر gadgets پر موجود ہوتا ہے تو یہ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے تحت تین امور بیان فرمائے ہیں۔

1. مطبع خانے اور پریس عام ہوں گے اور لاکھوں میں اخبار شائع ہوں گے۔

2. صحیفے کھولے جائیں گے۔ یعنی کتابیں کھلیں گی لائبریریوں میں۔

3. مُردہ صحیفوں کو زندہ کیا جائے گا یعنی آثار قدیمہ پرانی لائبریریوں کو تلاش کریں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ویسے تو قدیم زمانہ سے درختوں کے پتوں، ان کی چھالوں اور ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھنے کا رواج تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا۔ تاہم با قاعدہ فن کتابت کا آغاز چین سے ہوا۔ پہلا مطبوعہ نمونہ 770ء کا ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے وہ چین کا ہے۔ بہر حال اب یہ فن روز بروز ترقی پر ہے۔ اس کی نئی شکلیں مثلاً کمپیوٹر اور کمپیوٹرائزڈ چھاپہ خانے پھر آج کل ای میل وغیرہ۔ مختلف چیزیں ہیں جو جاری ہیں جو اس الٰہی خبر کی کہ

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 63-64)

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 30 مئی 2022ء)

﴿17﴾

# وطن سے محبت، ایمان کا حصّہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔(النساء:60)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔

"اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" کے الفاظ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کے لئے ایک راہنما اصول وضع کیا ہے اور وہ یہ کہ روحانی میدان میں اللہ، اس کے رسول اور نمائندوں کی اطاعت کرتے رہو اور دنیاوی لحاظ سے یا ملکی وسیاسی اعتبار سے جو بھی حکمران مقرر ہوں۔ اس کی ہر صورت میں اطاعت کرنی ہے۔ اور اسی مضمون میں وطن سے محبت کا سبق بھی عیاں ہے۔ کیونکہ حکمران اگر ظالم بھی ہوں۔ آپ کو مذہبی آزادی بھی نہ ہو۔ آپ کو اپنی عبادات بجالانے پر پابندی ہو۔ آپ کی مساجد اور اس کے میناروں اور محرابوں کو مسمار کیا جاتا ہو۔ آپ کے مُردے قبرستانوں میں بھی آرام محسوس نہ کریں۔ ان حالات میں بھی حکام بالا کی اطاعت دراصل وطن سے محبت ہی کے مترادف ہے۔

وطن سے محبت کی بات ہو رہی ہو تو "ماں" کا لفظ اکثر سننے کو ملتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں وطن، ماں کی دھرتی کی طرح ہے۔ جس طرح ماں بچے کی حفاظت کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح وطن بھی اپنے باشندوں کی حفاظت کی ضمانت ہوتا ہے۔ جس طرح بچے کو ماں کی دیکھ بھال کا حکم ہے۔ اسی طرح وطن کے باشندوں کو وطن یعنی ماں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنے کا حکم ہے۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی بستی مکہ سے بہت پیار تھا۔ آپؐ نے اپنی اس پیاری بستی کے لئے بہت دعائیں کیں۔ صدقات دیے۔ اس کی ترقی واستحکام کے لئے روزے رکھے۔ مگر بستی میں بسنے والے مشرکین نے جب آنحضور ﷺ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو آپؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے مکہ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مکہ! مجھے تو بہت پیارا تھا مگر میں کیا کروں۔ یہاں کے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

آپؐ کو مکہ بستی اتنی پیاری تھی کہ ہجرت کرتے ہوئے آپؐ نے دوبارہ اس میں داخلے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے یہ دعا کی کہ رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (بنی اسرائیل:81)

ہم احمدیوں کو بھی پاکستان میں کچھ ایسے حالات کا سامنا ہے۔ اور وہاں کے باشندے اور حکومتی و سرکاری کارندے ہمیں وہاں رہنے نہیں دے رہے۔ ہم پر بھی آنحضور ﷺ کی طرح عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ ہمیں نمازیں پڑھنے کی اجازت نہیں۔ ہم کلمہ سرِعام نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ اپنی عمارتوں پر، نہ کسی نمایاں جگہ پر آویزاں کر سکتے ہیں۔ ہمیں اسلامی شعار قربانی کرنے پر مقدمات کا سامنا ہے۔ ہم اپنی عبادت گاہوں پر نہ مینارے بنا سکتے ہیں اور نہ محراب بنانے کی اجازت ہے بلکہ پرانی مسجدوں کے مینار بھی گرائے جاتے ہیں اور محرابوں کو مسمار کیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کو موبائل فونز میں رکھنے پر بھی احمدیوں کو مقدمات کا سامنا ہے۔ چہ جائیکہ اس مقدس کتاب کی اشاعت کی جائے۔

ان تکلیف دہ حالات میں سے ہم میں بعض دوست آنحضور ﷺ کی تقلید میں ہجرت کر کے باہر ایسے ملکوں میں آ بسے ہیں۔ جہاں مذہب کی آزادی ہے۔ ایسے لوگوں پر دوہری ذمہ داری ہے ایک اپنی جنم بھومی پاکستان کی عزت و وقار کو بحال رکھنا اور نئے وطن جس نے ہمیں مذہب کی آزادی دے رکھی ہے اس سے محبت اور ملکی قوانین کی پابندی کو حرز جان بنانا۔

ہمارا احمدی بھائی بہنوں کا یہ طرّہ امتیاز رہا ہے اور ہم آئے روز اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کے بدلے اپنی جائیدادیں جلوانے والے، اپنی املاک لٹ جانے کے بعد بھی اپنے وطن سے محبت کے دعوے دار ہیں۔ اپنی جنم بھومی جب یاد آجائے تو آنکھوں میں آنسو آہی جاتے ہیں۔ میں نے الفضل آن لائن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے بیان کردہ فقرہ لوگ کہتے ہیں کہ ''لاہور لاہور اے پر ربوہ ربوہ اے'' پر ایک مضمون نظروں سے گزرا تھا۔ جس میں ربوہ میں پلنے پوسنے والوں وہاں کے مقیم حضرات کی یادیں جمع ہوئی تھیں۔ وہ تصویر اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ تنگدستی و خوشحالی، خوشی و ناخوشی، اور ترجیحی بنیادوں پر جیسا بھی سلوک ہم سے ہو ہم نے اپنی مملکت خداداد پاکستان کی حفاظت، سلامتی اور محبت کی قسم اٹھا رکھی ہے اور ہجرت کر کے ہم یہاں یورپین ممالک میں آباد ہوئے تو ہم پر لازم ہے کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ کے تحت ہم ان ممالک سے بھی محبت کریں۔ ان ممالک کی ترقی و استحکام کے لئے نہ صرف دعائیں کریں بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خون پسینہ ایک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 10 جون 2022ء)

﴿18﴾

# مختلف زبانیں سیکھنے کی اہمیت

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغر

اسلامی نقطہ نگاہ سے دنیا کی تمام اطراف میں بسنے والی قومیں ایک جان ہیں۔ اسلامی پلیٹ فارم ان کی آماجگاہ ہے ان میں اتحاد ضروری ہے تا تمام قومیں گھل مل کر رہیں اس کے لیے ہر مسلمان کو بالخصوص ایک "وقف نو" احمدی مسلمان کو دنیا بھر میں بولی جانے والی زبانوں کا سیکھنا ضروری ہے تاان میں گھل مل سکیں۔ ان کا کلچر جاننے کے لیے، ان تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے آسانی ہو سکے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا:

کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ اس میں در اصل آخری زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی بھی تھی کہ مختلف زباچنوں میں علم سیکھنے کے لیے دور دور کے ملکوں میں جیسے چین جاؤ۔ جماعت احمدیہ نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ کی اس مبارک تحریک کو سمجھا اور بہت سے احمدی احباب کو چین بھجوا کر چینی زبان سکھلائی اور آج روئے زمین میں صرف احمدی جماعت ہے جس کو چینی زبان میں عظیم کتاب قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی سعادت ملی اور دیگر لیٹریچر بھی تیار ہوا۔ جس کی بدولت دہریہ وکیملسٹ ملک چین میں آنحضور ﷺ کا پیغام احسن رنگ میں پہنچ رہا ہے۔ اسی طرح دنیا بھر کی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم لازماً اچھے نتائج پیدا کریں گے۔ اس وقت بھی 70 سے زائد زبانوں میں تراجم دنیا میں تبدیلی پیدا کر رہے ہیں۔ زبانیں سیکھنے کا ایک اہم فائدہ یہ بھی

ہے کہ جو زبان ہم سیکھیں گے اس قوم میں ان کے حلقہ احباب سے دعوت الی اللہ کا کام بھی احسن طریق سے ہو گا۔ جیسے جب میں سیر الیون میں تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ قوم ان غیر ملکی بچوں سے زیادہ پیار کرتی تھی جو ان کی لوکل زبان بول لیتے ہیں۔ میں نے اسلام آباد میں دیکھا تھا کہ جو فارنر اردو بول لیتا ہے وہ ہمیں زیادہ پیارا لگتا ہے۔ اس لیے کسی قوم کا پیارا بننے کے لئے، ان کا پیار حاصل کرنے کے لئے ان کی لوکل زبان پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔ پھر صحیح معنوں میں دعوت الی اللہ ہو گی۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس وقت دو زبانوں کے متعلق ہمیں بہت فکر کرنی چاہیے۔

1. عربی۔ جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم کی زبان ہے اور پیغام پہنچانے کے لئے قرآن کے اصل متن کو سمجھنا ضروری ہے جس کے لئے عربی کا آنا ضروری ہے۔
2. انگریزی۔ جو دنیا بھر میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ جس خطہ زمین میں بھی ہوں اس زبان سے ہم اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتے ہیں۔

اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جو بابرکت تحریک وقف نو کے بانی تھے کی یہ خواہش تھی کہ ہر وقف نو بچہ کم از کم دو غیر ملکی زبانیں سیکھے۔ اب ہمارے موجودہ امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرف توجہ دلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 مارچ 2022ء)

﴿19﴾

# شیطان سے پیچھا چھڑانے کا طریقہ

(نصرت قدسیہ وسیم۔ فرانس)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ مشہور ہے۔ ان کا ایک شاگرد تھا جسے تصوف کا بہت شوق تھا وہ اس کے سیکھنے کے لئے بہت عرصہ انکے پاس رہا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو بزرگ نے پوچھا۔ کیا تمہارے وطن میں شیطان ہوتا ہے؟ وہ حیران ہو کر کہنے لگا۔ شیطان کہاں نہیں ہوتا۔ بزرگ نے کہا جب تم اپنے وطن پہنچوگے تو اگر شیطان نے تم پر حملہ کیا تو کیا کروگے؟ اس نے کہا میں شیطان کا مقابلہ کرونگا۔ بزرگ نے کہا۔ اچھا تم نے شیطان کا مقابلہ کیا اور وہ بھاگ گیا۔ لیکن پھر جب تم خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے لگے اور اس نے پیچھے سے آ پکڑا تو کیا کروگے؟ اس نے کہا میں پھر اس کا مقابلہ کرونگا۔ بزرگ نے کہا اگر اسی طرح شیطان کا مقابلہ کرتے رہوگے تو خدا تعالیٰ کی طرف کس طرح متوجہ ہو سکو گے؟ اس نے کہا پھر آپ ہی بتائیں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے کہا بتاؤ اگر تم کسی دوست کو ملنے جاؤ جس کا ایک کتا ہو جو تمہیں گھیر لے تو کیا کروگے؟ اس نے کہا میں اسے لاٹھی مارونگا۔ انہوں نے کہا کتا بھاگ کر پھر تمہارے پیچھے آ پڑا تو کیا کروگے؟ اس نے کہا صاحب مکان کو آواز دونگا کہ آؤ اور اپنے کتے کو روکو انہوں نے کہا یہی طریقہ شیطان کے متعلق اختیار کرنا خدا تعالیٰ سے کہنا میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مگر شیطان مجھے آنے نہیں دیتا۔ آپ ہی اس کو دور کریں پس برائیوں سے

بچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی! میں اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں آگے مدد آپ نے دینی ہے۔

(کتاب الطالبین صفحہ 113)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 09 فروری 2022ء)

﴿20﴾

# والدین سے حسن سلوک

خدا تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف رشتوں میں پرَو دیا ہے، ان میں کسی کو باپ بنایا ہے تو کسی کو ماں کا درجہ دیا ہے اور کسی کو بیٹا بنایا ہے تو کسی کو بیٹی کی پاکیزہ نسبت عطا کی ہے. غرض رشتے بنا کر اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں، ان حقوق میں سے ہر ایک کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن والدین کے حق کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بندگی اور اطاعت کے فوراً بعد ذکر فرمایا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشتوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی بندگی و اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کی بندگی ہر گز مت کرنا، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ والدین نہ صرف میرے وجود کا سبب ہیں بلکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں، انہیں کی برکت سے ہوں، والدین ہی ہیں جو اولاد کی خاطر نہ صرف ہر طرح کی تکلیف دکھ اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں؛ بلکہ بسا اوقات اپنا آرام و راحت اپنی خوشی و خواہش کو بھی اولاد کی

خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ محنت و مشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے، سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسٰنَ بِوٰلِدَيْهِ إِحْسٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

اس ماں نے تکلیف جھیل کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کرکے اسے جنا۔ حمل کے نو ماہ کی تکلیف اواس سے بڑھ کر وضع حمل کی تکلیف، یہ سب ماں برداشت کرتی ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اب اس کی پرورش کے لیے باپ محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، سردی ہو یا گرمی صحت ہو یا بیماری، وہ اپنی اولاد کی خاطر کسبِ معاش کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہے اور ان کے لیے کما کر لاتا ہے، ان کے اوپر خرچ کرتا ہے، ماں گھر کے اندر بچے کی پرورش کرتی ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے، اس کو گرمی و سردی سے بچانے کی خاطر خود گرمی و سردی برداشت کرتی ہے۔ بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں باپ بے چین ہو جاتے ہیں، ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، اس کے علاج و معالجہ کی خاطر ڈاکٹروں کے چکر لگتے ہیں۔ غرض والدین اپنی راحت و آرام کو بچوں کی خاطر قربان کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے، سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوٰلِدَيْكَ

کہ میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تَمْشِ وَلَا تَقْعُدْ قَبْلَه وَلَا تَدْعُهُ بِاسْمِه وَلَا تَسْتَبَّ لَه

یعنی ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے مت بیٹھنا، ان کا نام لے کر مت پکارنا، ان کو گالی مت دینا۔

بڑھاپے میں جب والدین کی کوئی بات ناگوار گزرے تو ان سے کیسے گفتگو کی جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

یعنی ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی بات کرنا، لب و لہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کا خیال رکھنا۔ خطاکار اور زر خرید غلام سخت مزاج اور ترش روی آقا سے جس طرح بات کرتا ہے، اس طرح بات کرنا قولِ کریم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہیں پر ان کے لیے دعا کرنے کی تعلیم بھی ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

کہ اے میرے رب! تو میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں (رحمت و شفقت کے ساتھ) میری پرورش کی ہے۔ ہر نماز کے بعد والدین کے لیے دعا کرنے کا معمول بنالیں۔

دوسری یہ:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

یعنی اے میرے پروردگار! روز حساب تو میری، میرے والدین کی اور تمام ایمان والوں کی بخشش فرمانا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں

تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے۔ اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے۔ اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

آخر میں یہی درخواست ہے کہ جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک باحیات ہے تو ان کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر ان کی فرمانبرداری کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، جتنا ہو سکے ان کی خدمت کرے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی وصیت کو نافذ کرے، ان کے ذمہ کوئی قرضہ ہو تو اسے ادا کرے، ان کے لیے دعا کرے، اللہ سے ان کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرے، ان کی طرف سے صدقہ کرے۔ والدین کے قریبی رشتہ داروں اور تعلق والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق سے نوازے، آمین، ثم آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 04 فروری 2022ء)

﴿21﴾

# اطاعت والدین

اطاعت و فرمانبر داری کا حقیقی مفہوم ''سمعنا و اطعنا'' کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ سادہ انداز میں اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ سماجی اور تمدنی زندگی نے حقوق و فرائض کے باہمی رشتہ و تعلق کے دائرہ ہائے فکر و عمل کو متعین کر دیا ہے ہر معاشرہ اور قوم کے خمیر کی اٹھان اور ترقی و تنزلی ان کی درجۂ اعتدال اور عدم اعتدال کی بجا آوری پر قائم و استوار ہے۔ والدین کے جو حقوق و فرائض ہیں ان کے حقوق کی منصفانہ اور مساویانہ ادائیگی کا نام اطاعت و فرمانبر داری ہے جو اولاد کے فرائض کا دوسرا نام ہے۔

اخلاق حسنہ ترک شر اور ایصال خیر کی جامعیت کے مظہر ہیں۔ دونوں پہلوؤں کو زاویۂ مستقیم پر رکھنا خُلق کہلاتا ہے لیکن اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو ترک شر ادنیٰ پہلو ہے اور ایصال خیر اعلیٰ پہلو ہے۔

مثلاً خیانت کے مقابل پر دیانت و امانت ایک اعلیٰ وارفع خوبی اور وصف ہے۔

اطاعت والدین میں بھی ''نہ کر'' (ترک شر) اور ''کر'' (ایصال خیر) کے دونوں پہلو موجود ہیں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھے بغیر اطاعت والدین کا فریضہ کما حقہٗ ادا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے پوری صراحت و وضاحت سے ان دونوں زاویوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس لئے اولاً ''نہ کر'' کے کردار و عمل کا بحوالہ قرآن کریم ذکر کیا جاتا ہے۔

بڑھاپے میں انسان کا جسم وروح گزرتے وقت کے ساتھ کمزور سے کمزور تر ہوتے جاتے ہیں۔ عدم برداشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مزاج میں چڑ چڑا پن پیدا

ہو جاتا ہے۔ احساس تکلیف بڑھ جاتا ہے اس کے مقابل پر اولاد کے قویٰ توانا اور مضبوط ہوتے ہیں۔ برداشت کا مادہ بڑھا ہوتا ہے ان حالات میں جب والدین کی جانب سے درشتی، سختی اور ناگواری کی بات پر اظہار ہو تو ارشاد خداوندی ہے کہ اولاد ''اُف''تک کا اظہار بھی نہ کرے یہ ناپسندیدہ کا کم سے کم اظہار ہے۔ یعنی چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے اور لبوں کی حرکت و جنبش سے اپنی ناگواری ظاہر نہ کرے۔

''تنہر'' کی صورت کے سامنے بلند آواز، درشت انداز، جھڑکنا اور سختی سے روا رکھے جانے والے بدسلوک رویہ سے روکا گیا ہے۔ ''اُف'' اور ''تنہر'' جیسے الفاظ کے ذریعے والدین کے احساسات و جذبات کا تحفظ کیا گیا ہے۔

مشرکانہ امور میں والدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات جن کو لفظ ''معروف'' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ قائم اور برقرار رکھنے کا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو ان دونوں کی بات مت مانیو ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو۔ (الفرقان:16)

اطاعت والدین کے سلسلہ میں عمل سے قبل انداز گفتگو آتا ہے ان ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قول کریم سے کام لیں۔ یعنی اس انداز اور طریق پر والدین کو مخاطب کریں کہ ان کی بزرگی، وقار و عظمت اور جلالت کو زک اور ٹھیس نہ پہنچے۔ ان کی کسر شان نہ ہو۔ نہایت ادب و احترام سے گفتگو کریں تا کہ ان کی عزت و تکریم میں اضافہ ہو۔ کمی نہ آئے۔ ان کی وجاہت برقرار رہے۔

اطاعت کی عملی صورت میں طرز عمل عاجزانہ رنگ رکھتا ہو اور اس میں رحم کا جذبہ کار فرما ہو۔

ایک انسان کے مالی وسائل کا فقدان، اثرات ماحول اور دیگر قضاء وقدر کے حالات بعض اوقات اطاعت کے معاملہ میں سد راہ بن کر اطاعت کی کمی کا باعث بن جاتے ہیں۔ انسان فرائض کی ادائیگی میں مجبور و معذور ہو جاتا ہے اور مقدور بھر خدمت بجالانے سے محروم اور قاصر رہتا ہے۔ ایسے پیش آمدہ حالات کے وارد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اولاد کو والدین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی رداء انسان کی بشری کمزوریوں اور دیگر نا مساعد حالات کو ڈھانپے رکھے۔ دعا کرتے وقت اپنی صغر سنی کو مد نظر رکھے کہ ان حالات میں میرے والدین میری پرورش میں ذاتی محبت سے ہمہ وقت لگے رہے۔ خود تکالیف اٹھائیں اور مجھے آرام دیا۔ میری کمزوری کے زمانہ میں سہارا بنے۔ میری پرورش و نگہداشت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے والدین سے احسان کا سلوک روا رکھنے کا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

(بنی اسرائیل:24)

احسان کا لفظ حسن سے مشتق ہے اور حسن سے مراد وہ امر ہے جس میں کامل خوبی پائی جائے۔ کمال کا درجہ ہو اور کوئی نقص یا سقم اور خرابی نہ پائی جائے۔ اس لئے والدین سے حسن سلوک میں احسان کا پہلو آفتاب عالمتاب کی مانند ہو۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی احادیث مبارکہ میں اولاد میں جذبۂ اطاعت بیدار کرنے کے لئے رغبت دلائی ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث نبویہ پیش خدمت ہیں جو اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہیں:

آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ خاک آلودہ ہو گئی اس کی ناک جس نے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمام گناہ جو وہ چاہے گا معاف کر دے گا سوائے والدین کی نافرمانی کے۔

(مشکوٰۃ)

ایک صحابیؓ نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ !والدین کا کیا حق ہے اس کی اولاد پر؟ فرمایا:وہ تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ۔یعنی اطاعت اور عدم اطاعت جنت اور جہنم کے مترادف ہے۔

(ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے بارگاہ رسالت مآب میں جہاد میں شریک ہونے کی خواہش اور ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟اس نے عرض کی یارسول اللہ !زندہ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی خدمت ہی جہاد ہے۔

ایک موقع پر حضرت خیر البشر ﷺ نے فرمایا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔

والدہ کے بلند مقام و مرتبہ کے حوالہ سے حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔غرض کہ اطاعت والدین اجر وثواب کے اعتبار سے ایک بہت بڑا اخروی خزانہ ہے جو خدمت والدین کا مرہون منت ہے۔

انسان نمونہ کا محتاج ہے۔نمونہ اس کی قوت فکر و عمل کو بیدار اور تیز کرتا ہے۔قرآن کریم میں اطاعت والدین کے منفی اور مثبت دونوں نمونوں کا ذکر کیا ہے۔حضرت نوحؑ کے بیٹے نے اطاعت سے انحراف کیا۔نافرمانی کی اور طوفان آب کا نشانہ بن کر غرق ہوا۔اور اس کا سبب عمل غیر صالح تھا جس سے عدم اطاعت وقوع پذیر ہوئی۔

دوسری جانب حضرت ابرہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی تابعداری والد کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے اپنی رویاء کا ذکر کیا کہ جس میں وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔

تو بیٹے نے فی الفور عرض کی کہ جو آپ کو حکم خداوندی ملا ہے وہ پورا کریں۔ میں دل وجاں سے حاضر ہوں۔ اور واقعتاً آپؑ قربان ہونے کے لئے عملی رنگ میں تیار بھی ہو گئے۔ حالانکہ سن شعوری کا آغاز ہی تھا۔

حضرت اسماعیلؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ایک بے نظیر اور مثالی نمونہ بخاری کی اس حدیث سے بھی ملتا ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ مکہ حضرت اسماعیلؑ کو ملنے گئے۔ آپؑ گھر پر موجود نہیں تھے۔ آپ کی بیوی سے گھر کا حال احوال حضرت ابراہیمؑ نے دریافت فرمایا۔ بہونے گلہ شکوہ کا دفتر کھول دیا۔ معاشی تنگی ترشی کا خوب ذکر کیا۔ آپ نے جب مکہ سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت اسماعیل کی بیوی نے بیٹے کے لئے کوئی پیغام چھوڑنے کا کہا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب اسماعیلؑ آئے تو کہنا کہ باپ کا پیغام ہے کہ اپنی دہلیز بدل لو۔

جب حضرت اسماعیلؑ گھر لوٹے اور بیوی نے باپ کے آنے کا ذکر کیا تو پوچھا! کوئی پیغام تو نہیں چھوڑ گئے بیوی نے کہا کہ ہاں۔ فقط اتنا ہی کہہ گئے ہیں کہ دہلیز بدل لیں۔ حضرت اسماعیلؑ اپنے باپ کے پیغام کے مفہوم کو سمجھ گئے اور بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیا۔

خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت طیبہ میں اطاعت والدین کے زریں ابواب ہیں۔ گو حضرت رسول پاک ﷺ کا بچپن یتیمی میں گزرا۔ لیکن آپؐ نے اپنی رضاعی ماؤں کا ہر لحاظ سے واجبی اکرام کو ملحوظ رکھا۔ ثوبیہ جو ابو لہب کی لونڈی بھی اور جس نے محض چند روز ہی آپ ﷺ کو دودھ پلایا آپؐ نے ان کی پوری عمر ان کا خیال رکھا اور مکہ میں مدینہ سے ان کی امداد فرماتے رہے۔

اسی طرح حلیمہ سعدیہ کی عزت و تکریم ہر موقع پر فرماتے رہے اور اس طرح اطاعت والدین کا اسوہ حسنہ امت کے سامنے رکھا۔

حضرت اویس قرنی جن کی نسبت حضرت سید الانبیاء ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن سے خوشبوئے رحمان آتی ہے۔ وہ اپنی بوڑھی ضعیفہ والدہ کی خدمت و تیمارداری میں لگے رہے اور ظاہری طور پر آستانہ نبوت پر حاضری کا موقع میسر نہ آیا۔ لیکن اطاعت سے اور عشق رسول ؐ سے صحابہؓ کے ہم رنگ ہوئے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25مارچ2022ء)

﴿22﴾

# ماں کی تربیت

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا

اپنی اس عمر کو اک نعمت عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوہ ایام نہ ہو

اسلام ایک ایسا جامع نظام ہے جس نے ہر گوشہ زندگی کے متعلق ہدایات دی ہیں۔ اولاد جو ایک انسان کا قیمتی اثاثہ ہے کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بھی اسلام نے نہایت اعلیٰ ہدایات دی ہیں۔ اور خاندان کے ہر فرد کو بچوں یعنی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہِم

کہ آپ میں سے ہر ایک اپنے ماحول میں بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کا ذمہ دار ہے اور اس بارہ میں اس سے پوچھا جائے گا۔

اس تمام تربیتی نظام میں عورت کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جو اپنے بچوں کی تربیت کی اولین ذمہ دار ہے۔ کیونکہ بچہ ماں کے پاس زیادہ رہتا ہے۔ اس سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔، جو باتیں وہ سیکھتا ہے وہ ماں کے توسط سے ہی سیکھتا ہے اور وہی اس کے ذہن میں جم جاتی ہیں۔ اسی بنیادی فلسفہ کا آنحضور ﷺ نے ایک مومن کو نصیحت کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا کہ اگر تو شادی کرنا چاہتا ہے تو دیندار عورت سے کر کیونکہ دیندار عورت تیری اولاد کو دیندار بنائے گی۔

گو اس فلسفہ کو سب سے پہلے ہمارے پیارے رسول ہادی حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمایا۔ مگر بعد میں اس مضمون کو مختلف فلاسفروں، رہنماؤں نے مختلف الفاظ میں اپنی اپنی قوم کے سامنے رکھا مثلاً کسی نے کہا:

”کہ معمار پہلی اینٹ عمارت کی ٹیڑھی رکھ دے تو اس کے اوپر کھڑی ہونے والی عمارت ٹیڑھی ہی رہے گی۔“

نپولین بوناپاڈ نے کہا:

If you give me good mothers, I will give you a good nation.

پس معاشرہ میں تعلیم و تربیت کا انحصار زیادہ تر ماں پر ہے۔ ماں کی تربیت سے بچہ ایک اچھا شہری اور دیندار انسان بن سکتا ہے۔ ورنہ مدرسہ کی تعلیم و تربیت بھی کسی کام نہیں آسکتی۔ کیونکہ اسکول میں داخلہ سے قبل وہ بہت کچھ وہ ماں کی گود سے سیکھ چکا ہوتا ہے۔ اس لئے عربی میں ماں کو ”اُم“ یعنی جڑھ کہا جاتا ہے۔ جس طرح درخت، اس کا تنا، اس کی شاخیں اور اس کے پھول اور پھل تمام اس کی جڑھ سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح خاندان کے تمام افراد ماں سے بنیادی تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ گویا ماں کی گود اس کی پہلی درسگاہ اور سرچشمہ ہوتی ہے، جہاں سے تربیت حاصل کر کے بچہ جنت کا رستہ تکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے

پس ہمیں اس اہم تقاضا کی طرف بھرپور توجہ کرنی چاہیے اور اپنے بچوں کی دنیوی دیکھ بھال کی طرف پوری توجہ دینی ہے اور دینی تربیت کا بھی حق ادا کرنا ہے کیونکہ ہماری اسی تربیت، دیکھ بھال اور نگہداشت سے کوئی سر ظفر اللہ خان بننے والا ہے، کوئی ڈاکٹر عبد السلام اور کوئی ڈاکٹر قانتہ۔

ورنہ کسی شاعر کا یہ شعر ہمارے لئے ایک تعزیانہ بنا رہے گا

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 مئی 2022ء)

﴿23﴾

# احمدی عورت کی ذمہ داری

## اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

اس عنوان کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ وہ مشہور و معروف حدیث ہے جو اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ حدیث بالعموم بچوں کو اپنی ماؤں کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لیے بولی جاتی ہے کہ ماں کی خدمت جنت کی طرف لے جاتی ہے لیکن آج کی تقریر کے عنوان کا دوسرا حصہ یعنی اس حدیث سے جڑی ہوئی ایک احمدی عورت کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

مضمون کا خلاصہ ایک سادہ سے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ احمدی مائیں اپنے بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت اور اصلاح کریں کہ ان بچوں کو جنت اپنی منزل نظر آئے اور وہ ماؤں کی خدمت کرنے والے، ان کی اطاعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حقیقت میں بچوں کی جنت اور جہنم ماؤں سے جڑی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی، مشرک اور مسلمان بناتے ہیں۔ مائیں اگر اچھی تربیت کریں گی تو بچے جنت کا رُخ کریں گے ورنہ دوزخ کا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بانی لجنہ تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ اگر مائیں بچوں کو نماز کی عادی بنائیں گی تو مرنے کے بعد جب وہ قبر میں سو رہی ہوں گی اور ان کے بچے ظہر کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے ماؤں کو مخاطب ہو کر کہہ رہے ہوں گے کہ آپ نے بھی ظہر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح علی ھذا القیاس عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت فرشتے نمازوں کا ثواب ماؤں کے حق میں لکھ رہے ہوں گے۔ جب ان کے بچے دیگر نمازیں ادا کریں گے۔

بچوں کی تربیت والدین کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ جب بچوں کے نیک اعمال کا اجر ماں باپ کو ان کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔ تو یہی معنی ہیں اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کے۔ ماں گھر کے انسٹیٹیوٹ کی انچارج ہوتی ہے۔ ماں کو اگر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مربی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مربی کا لفظ رب سے لیا گیا ہے جس طرح رب ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے سامان مہیا کرتا ہے ویسے ہی ماں بطور مربی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہے۔ مربی کے ایک معنی مالی اور باغبان کے ہیں جو پودے کی شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور گوڈی کرکے جڑی بوٹیوں کو الگ کرتا اور پودے کو خوبصورت بناتا ہے۔

تربیت کے ایک معنی Breeding کے بھی ہیں جس طرح ماں، بچوں کو Breed کرتی، ان کے لیے دعائیں کرتی، اور پیار بھری نظر سے دیکھتی ہے اسی طرح تربیت کے ایک معنی Nursing کے ہیں۔ ان معنوں میں ماں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی اور نشوونما کرتی ہے اور وہ ان کو جنت کی راہ دکھلاتی ہے۔ اور یوں بچے ماں کے قدموں میں رہ کر جہاں تربیت پاتے ہیں وہاں جنت کی راہ بھی متعین کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بچوں کا ماں سے نیکیاں سیکھنے اور بچوں کو بُری باتوں سے بچانے کی مثال مرغی اور چوزوں سے دیتے ہیں۔ جس طرح مرغی اپنے چوزوں کو پروں کے نیچے لے کر اُچک کر لے جانے والے پرندوں سے محفوظ کرتی ہے اِسی طرح مائیں بچوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھ کر بُری باتوں سے بچوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔ اور جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری سب ماؤں کو اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کے حقیقی معنوں کو سمجھتے ہوئے بچوں کی ایسے رنگ میں تعلیم و تربیت کرنے والا بنائے کہ ہمارے بچے اس تربیت کی وجہ سے جنت کے وارث ٹھہریں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 08 جنوری 2022ء)

﴾24﴿

## میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

سب سے پہلے ناصرات کے عہد پر یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ بانی ذیلی تنظیمات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تمام ذیلی تنظیموں کے لیے عہد مقرر فرمائے، ناصرات الاحمدیہ یعنی 7 سال سے 15 سال تک کی احمدی بچیوں کے لیے جو عہد مقرر فرمایا اسے ہم اپنے ہر اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد اور نظم سے قبل کھڑے ہو کر دہراتے اور اس پر پابند رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ناصرات کا جو عہد میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کی پانچ شقیں ہیں۔ پہلی تین یوں ہیں کہ میں اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گی۔ اس میں مذہب کو فوقیت دی ہے جو اسلام ہے، دوسرے نمبر پر قوم کو رکھا ہے اور تیسرے نمبر پر وطن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنی قوم تک پہنچا کر اپنے وطن عزیز کو اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ جو قومیں اپنی قومیت اور وطن کو اپنے مذہب پر فوقیت دیتی ہیں وہ ترقی نہیں کر سکتیں۔

چوتھے نمبر پر سچائی پر قائم رہنا ہے۔ یعنی کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ نہ گھر میں نہ سہلیوں سے نہ بہن بھائیوں سے اور احمدیت کی سچائی کو معاشرہ میں پھیلائیں گے۔

پانچویں اور آخری بات جس کا ہم اپنے عہد میں اقرار کرتے ہیں وہ خلافت احمدیہ کو دوام دینے کے لیے ہر وقت ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا

ہے۔ جس کی برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا

چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مد نظر رکھ کر خلافت کے مد گار بنائے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 31 دسمبر 2021ء)

《25》

# عورتوں پر احسانات

ابتداء سے ہی انسانی معاشرہ میں عورتوں کو حقیر اور کمتر سمجھا جاتا رہا ہے۔ مرد کے لیے ایک مشغلہ اور دل لگی کے کھلونے کے سوا عورت کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ عورت کے وجود کو شیطانی بھار سمجھا جاتا تھا۔ کسی مذہب میں باطل کی بیٹی کہا گیا۔ کسی تہذیب میں عورت کو ایک بچھو یا شیطان کا دروازہ یا گناہ کے رستہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس کے وجود کی تذلیل و تحقیر کی گئی۔ کسی کے ہاں بچی پیدا ہو جاتی تو اس کا منہ کالا کیا جاتا اور بچی کو زندہ دفنا دیا جاتا۔ جنگوں میں حریف کی عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جاتا۔ انہیں منڈیوں میں فروخت کیا جاتا۔

مگر جب ''نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'' آیا اور مقدسوں کے تاجدار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دلکش اور سکینت بخش شیریں آواز میدانوں اور پہاڑوں میں گونجی کہ

اے عورت! اُٹھ اب تیری تکالیف دور ہو چکی ہیں۔ تیری بد نصیبیوں کا زمانہ گذر گیا۔ تیرے حقوق تجھے حاصل ہوں گے۔ آج سے تو عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ اگر تو ماں ہے تو جنت تیرے قدموں میں تلاش کی جائے گی۔ اور گناہ کی بخشش ماں یا خالہ کی خدمت و احترام سے باندھ دی گئی ہے۔

اور اگر تو بیوی ہے تو خاوند کا تیرے ساتھ حسن سلوک فرض کر دیا گیا ہے۔ اور ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ کہہ کر تمہیں خاوند کا ستر اور لباس قرار دیا جارہا ہے اور اگر تم بیٹی ہو تو اُٹھو! خداوند کریم کا شکر ادا کرو اور سیّدنا حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس احسان پر درود پڑھ کر تیری اچھی تعلیم و تربیت کے

ساتھ والد پر جنت کی خوشخبری کی نداء دی جارہی ہے اور اے عورت! اگر تو بہن ہے تو خوش ہو اور خوشی سے اچھل کہ تجھے وراثت میں بھائیوں کے ساتھ حصہ دار بنایا جارہا ہے۔

پس اے عورت! آج اسلام میں عبادات ہوں، علم، عمل، جزا و سزا، خدا تعالیٰ سے پیار، عزت و توقیر الغرض معاشرہ اور تہذیب میں کوئی شعبہ ہو۔ اعزاز و اکرام، جزا و سزا میں عورت و مرد برابر ہیں۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں برابر کے حقدار ہیں۔ اُٹھ! تیرے لیے بھی اُسی طرح جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے جس طرح مرد کے لیے۔

؎ رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 14 دسمبر 2021ء)

﴿26﴾

# صاف اور سیدھی بات کیا کرو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ﴿ۙ۷۱﴾ یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ۔

(الاحزاب:71-72)

اخلاق حسنہ میں سچائی اور اخلاق سئیہ میں جھوٹ آپس میں ضد ہیں۔ اگر سچائی کو اپنایا جائے تو جھوٹ ترک ہو گا اور اگر جھوٹ چھوڑا جائے تو سچائی جنم لے گی۔ قرآن و احادیث میں جہاں بھی سچ کو اپنانے کا ذکر ملتا ہے وہاں جھوٹ سے بچنے کی تلقین بھی ملتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں شرک کا ذکر فرمایا ہے وہاں جھوٹ سے بچنے کی تلقین بھی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا شرک خواہ وہ بت بنا کر کیا جائے یا کسی غیر دینی رسم پر قدم مار کر۔ یہ جھوٹ ہے اور باقی تمام جھوٹ اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی شرائط بیعت میں شرک سے اجتناب کے ذکر کے معاً بعد جھوٹ سے بچنے کا ذکر فرمایا ہے۔

اخلاق حسنہ اپنانے میں ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہم سب کے لیے نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے۔ آپ معاشرہ میں "اَلصّادِق" کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے اہل قریش کو مخاطب ہو کر فرمایا اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے۔ تمام اہل مکہ نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں۔ ہم نے کبھی بھی آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ سب سے بڑا دشمن اسلام ابو جہل بھی آپ ﷺ

کی سچائی کا معترف تھا۔ وہ برملا اس بات کا اظہار کیا کرتا تھا کہ میں آپ ﷺ کو جھوٹا نہیں کہتا مگر کیا کروں آپ ﷺ کی تعلیم پر دل نہیں ٹھہرتا۔

پھر صحابہ رسول ﷺ نے اپنے آقا و مولیٰ کی اقتداء میں سچائی کے عَلم کو بلند رکھا۔ آج کے دور میں اس عَلم کو از سرِ نو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے بلند کیا۔ ایک دفعہ آپ علیہ السلام نے ایک خط کسی پیکٹ میں رکھ کر پوسٹ کر دیا جو کہ محکمہ ڈاک کے قواعد کے مطابق نہ تھا۔ آپ کو مقدمہ کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے وکیل نے آپ کو مشورہ دیا کہ عدالت میں کہہ دیں کہ میں نے نہیں رکھا۔ آپ نے جلالی انداز میں فرمایا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے رکھا ہے اور مجھے محکمہ ڈاک کے قواعد کا علم نہ تھا۔

گھروں میں آج کل بہت سے خفیف جھوٹ تو بے خیالی میں بولے جا رہے ہوتے ہیں جیسے دکھاوے کے طور پر، بہلاوے کے طور پر۔ مذاق میں، کسی کا دل جیتنے کے لیے، افواہ پھیلاتے ہوئے، بہانے کے طور پر، اپریل فول کے موقع پر گپ شپ لگاتے ہوئے، جیسے باپ گھر میں ہوتا ہے اور بچوں کو کہہ دیا جاتا ہے کہ جا کر کہہ دو کہ وہ گھر میں نہیں ہیں۔ موبائل فون پر اکثر جھوٹ بولا جاتا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ میں Out of city ہوں حالانکہ وہ گھر میں موجود ہوتا ہے۔

آنحضور ﷺ کسی کے گھر موجود تھے کہ مالکہ نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا جلدی آؤ! میں تمہیں کچھ دوں گی۔ آنحضور ﷺ نے کچھ دیر بعد مالکہ سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے وعدہ کے مطابق بچے کو کچھ دیا ہے؟ مالکہ نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر جھوٹ ہے یہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ باتیں کرتے ہوئے بعض لوگوں کو پتا نہیں چلتا کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے اور اس جھوٹ کی بیماری اتنی عام ہو گئی ہے کہ نوجوانوں اور بچوں کو اب ایک خاص

مہم کے تحت اس سے بچانا ضروری ہو گیا ہے۔ جب مذاق میں بھی آپ ایک دوسرے کے ساتھ غلط بیانی کرتے ہیں تو وہ جھوٹ ہی ہے۔ کئی دفعہ میں کہہ چکا ہوں اس بارہ میں۔ لیکن سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم نے مذاق کیا ہے۔ مذاق میں بعض دفعہ دوسرے لوگوں کو غلط قسم کے فون کر دیتے ہیں، بعض ای میل بھیج دیتے ہیں اور بعض دفعہ ایسی حرکتوں سے لوگوں کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ جانی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔“

(مشعل راہ جلد 5 حصہ دوم صفحہ 187-188)

؎ راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 نومبر 2021ء)

﴿27﴾

# انسانیت کے ساتھ پیار

آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں بسنے والی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال یعنی خاندان ہے اور مخلوق میں سے اللہ کے نزدیک بہترین وہ ہے جو اس کے خاندان کے ساتھ احسان کرتا ہے۔

اس حدیث میں بہت اچھے انداز میں انسانیت کے ساتھ پیار و محبت کی تلقین کی گئی ہے۔ یہاں انسانیت سے مراد تمام دنیا میں بسنے والے انسان ہیں۔ جس طرح ہم اپنے ایک چھوٹے سے خاندان میں پیار و محبت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تا گھر کا ماحول پُر سکون رہے۔ ہم اس چھوٹے سے خاندان کے سربراہ یعنی ابو، دادا وغیرہ کا کہا مانتے ہیں بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے پیار کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں خواہ ان کا تعلق کسی ملک و ملت اور رنگ و نسل سے ہو وہ خاندان ہیں اور اللہ تعالیٰ اس خاندان کا سربراہ ہے اس لیے ہر انسان سے محبت کرنی ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

آنحضورؐ نے اس مضمون کو جسم کی مثال دے کر مزید واضح کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام انسان جسم کی مانند ہیں اگر جسم کا ایک عضو معمولی درد محسوس کرتا ہے تو باقی اعضاء بھی درد محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام انسانیت ایک جسم کی طرح ہے۔ اگر ایک انسان کسی تکلیف میں ہے تو یہ تکلیف دنیا بھر کے انسانوں کو محسوس کرنی چاہیے۔ جیسے آج کل ساری دنیا ایک مہلک اور موذی وائرس کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہی ہے۔ اور تمام دنیا اس کرونا وائرس کی وجہ سے ایک ہوتی نظر آرہی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک، ساری انسانیت کو بچانے کے لیے اپنے اپنے اللہ کے حضور جھک کر معافی مانگ رہا ہے۔ یہودی اپنے رنگ میں، عیسائی اپنے رنگ میں، دہریہ اپنے انداز میں، ہندو اپنے رنگ

میں اور مسلمان سجدوں میں گر کر اپنے اللہ کے حضور گڑ گڑا کر معافی کے طلب گار ہیں اور ساری دنیا انسانیت کو بچانے کے لیے خدا کے آستانہ پر جھکی ہوئی ہے۔

آنحضورؐ کے درج ذیل دو اقوال بھی اس مضمون کو مزید واضح کرتے ہیں۔ فرمایا

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہیں۔ یہ دنیا میں بسنے والے انسانوں کا ایک چھوٹا خاندان ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر تمام دنیا کے انسانوں کے متعلق فرمایا

اَلْمُؤْمِنُ مَن آمَنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَاءِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

(سنن نسائی کتاب الایمان)

کہ مومن وہ ہے جس سے دوسرے تمام انسانوں کے خون اور اموال امن میں رہیں۔ اِسی لیے تو آنحضورؐ نے ہر نماز کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ دائیں اور بائیں کہنے کی تلقین فرمائی۔ جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو دائیں طرف السلام علیکم کہہ کر دائیں طرف والوں کو سلامتی اور پیار کا اظہار کرتے ہیں اور پھر بائیں جانب اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر بائیں طرف کے انسانوں کو سلامتی اور امن کا پیغام دے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اسی اصول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم آپس میں مت جھگڑو مبادا کہ تم کمزور ہو جاؤ اور تمہاری ہوا نکل جائے۔

مندرجہ بالا بیان شدہ امور میں بعض سبق ہمیں ملتے ہیں ان میں سب سے بڑا سبق ہے کہ ہم انسانیت کی خاطر اپنے نفس کو مار کر اپنے اندر دوسروں کے لیے ایثار پیدا کریں۔ قربانی کرنا سیکھیں۔ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیں۔

آنحضرتؐ کے دور میں دو صحابہ کے درمیان زمین پر جھگڑا ہو گیا۔ یہ دونوں صحابہ نو مبائع تھے۔ ابھی ایمان کامل طور پر ان کے دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا۔ آنحضورؐ کے پاس یہ کیس آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو دوسرے کے لیے قربانی کرے گا اور اپنا حصہ زمین کا دوسرے کے لیے چھوڑ دے گا تو میں اُسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ مگر دونوں نو مبائع صحابہ اپنا اپنا حصہ چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے کہ ایک تیسرے صحابی جو قریب کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے آگے بڑھے اور آنحضورؐ کو مخاطب ہو کر عرض کی کہ حضور! یہ جنت کی بشارت مجھے مل سکتی ہے اگر ان دونوں کے درمیان میں قضیہ کرا دوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے اثبات میں جواب پا کر وہ صحابی بولے کہ مدینہ کے فلاں حصہ میں میرا کھجوروں سے لدا باغ موجود ہے۔ میں وہ تم میں سے ایک کو دیتا ہوں تا یہ جھگڑا ختم ہو۔

اسی طرح ایک جنگ میں تین صحابی شدید زخمی ہوئے اور نزع کی سی کیفیت تھی کہ پانی لایا گیا۔ ایک کو دیا اس نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا کہ اسے پہلے پلاؤ اس کو میرے سے زیادہ ضرورت ہے۔ دوسرے نے تیسرے کی طرف اشارہ کیا کہ اسے پہلے پلاؤ اور جب پانی پلانے والا پہلے کے پاس واپس آیا تو وہ جان خدا کے حوالے کر چکے تھے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

آپ ایسے ہو جائیں جیسے ماں کے پیٹ سے نکلے دو بھائی۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا:

”نفرت کرنے سے نفرت رفع نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بڑھتی ہے۔ محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے رفع کر دیتی ہے۔“

(براہین احمدیہ جلد پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 424)

انگریزی میں کہتے ہیں:

If you wish to be loved, love.

ہر انسان دوسرے سے پیار لینے کا بھوکا ہوتا ہے۔ اگر پیار لینا چاہتے ہو تو پہلے پیار کرنا سیکھو اسی مضمون کو ایک اور محاورہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

Give and take۔

پہلے دو پھر لو۔

آج دنیا بھر میں جو احتجاج جلوس اور ہنگامے ہوتے ہیں اور عالمی طاقتیں جنگیں کرتی نظر آتی ہیں وہ اس اصول کو اگر سمجھ لیں تو امن ہو سکتا ہے۔ انسان کو انسان سے محبت پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ دراصل اُنسان تھا یعنی دو اُنس دو محبتیں۔ ان میں سے ایک محبت اللہ کے لیے اور دوسری اس کی مخلوق کے ساتھ ہے۔

آج بعض قومیں اپنے آپ کو Superior سمجھتی ہیں دوسری قوموں سے نفرت کرتی ہیں۔ لیکن اگر یہ نفرتیں ختم ہو جائیں تو دنیا پر امن ہو سکتی ہے کیونکہ آج پیار و محبت کی جس قدر ضرورت ہے اس سے قبل نہ تھی۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کا یہ سلوگن جو عالمی مقام اختیار کر گیا ہے اسے اپنانے اور عام کرنے کی ضرورت ہے۔

Love for All, Hatred for None

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 جنوری 2022ء)

﴿28﴾

# اپنے اللہ سے تعلق اور تربیت اولاد

## سورۃ الفاتحہ میں بیان صفات کی روشنی میں

سب سے پہلے میں انتظامیہ کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس مادیت کی دنیا میں جب دہریت کی طرف لوگوں کا میلان بڑھ رہا ہے اس اہم ٹاپک کو چنا جو یہ ہے کہ ”اللہ سے تعلق اور تربیت اولاد“

عنوان میں بیان دو حصوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے گویا یہ دونوں حصے لازم وملزوم ہیں۔ اولاد کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے خالق حقیقی سے قریبی تعلق والدین کے لئے بھی ضروری ہے تا جن بچوں کی تعلیم وتربیت ہو رہی ہے وہ بھی اللہ سے اپنے تعلق کو نمایاں کرتے چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم کے آغاز پر سورۃ فاتحہ میں بیان فرمایا جو قرآن کریم کا خلاصہ کہلاتی ہے۔ ہم جب دنیا میں چھپنے والی کتب کا احاطہ کرتے ہیں تو کم وبیش ہر کتاب کے آغاز پر مصنف دیباچہ لکھتا ہے۔ جو Preface کہلاتا ہے۔ اور اس میں مصنف، کتاب لکھنے کا مقصد، اس کی اہمیت و افادیت کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آفاقی کتاب قرآن کریم کے آغاز پر سورت فاتحہ بیان کر کے اپنے وجود، کائنات کے رب کی اہمیت، اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی 101 صفات میں سے بنیادی صفات الرحمٰن، الرحیم، مالك یوم الدین اور رب العالمین کا ذکر الحمد للہ کے اظہار سے باندھ دیا ہے۔

* الرحمٰن اور الرحیم اللہ تعالیٰ کی دو ایسی دو صفات ہیں۔ جو باقی تمام صفات پر حاوی ہیں۔ دونوں صفات کا منبع ”رحم“ ہے۔ الرحمٰن صفت میں اللہ تعالیٰ کی وہ عنایات آتی ہیں جو اس خدائے عزوجل

نے انسان کو بغیر مانگے دی ہیں۔ جیسے ہوا، پانی، زمین و آسمان۔ جن کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور الرحیم صفت کے تحت وہ عنایات ہیں جو اللہ تعالیٰ انسان کو دعا کی قبولیت کے نتیجے میں ادا کرتا ہے۔ گویا یہ دو جلوے ہیں۔ اور یہی دو جلوے والدین بالخصوص ماں میں نظر آتے ہیں۔ جس کی بچہ دانی کے لئے جہاں بچہ 9 ماہ تک پرورش پاتا ہے رحم کا لفظ بولا جاتا ہے اور ماں کی طرف سے خاندان میں جو رشتے جنم لیتے ہیں ان کو بھی رحمی رشتے کہتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ، اپنی مخلوق جو اس کی اولاد کی طرح ہے کے ساتھ نرمی، شفقت اور پیار بھرا سلوک کرتا ہے تا وہ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ میں سے وہ راستہ چنے جو اللہ تعالیٰ کو ملاتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بسا اوقات سختی بھی کرتا ہے۔ اسے امتحان میں، آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ تا وہ سیدھے راستے سے نہ بھٹکے۔ بعینہٖ ماں باپ بالخصوص ماں اپنے بچوں سے نرمی و محبت سے پیش آتے ہیں اور مادی غذا کے ساتھ ساتھ روحانی غذا بھی اس لئے دے رہے ہوتے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے خدا سے تعلق قائم رہے۔ ہم بالعموم مشاہدہ کرتے ہیں کہ خدا کے ساتھ لگاؤ کا تعلق یا رشتہ اس وقت سے آغاز پاجاتا ہے جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ جب ماؤں کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہوتی ہے کہ آنے والے مہمان کا تعلق خدا سے مضبوطی سے قائم ہونے والا ہو۔ اور رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾ کی دعائیں اس مضمون کی عکاسی کر رہی ہیں۔

پیدائش کے معاً بعد کسی نیک بزرگ اور اللہ والے لوگ سے بچہ کو پہلی غذا یعنی گڑتی (جسے گھٹی بھی کہتے ہیں) دلوانا اور اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر دینا اس بات کی علامت ہے کہ اس نومولود کا اس بزرگ کی طرح اپنے اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہو۔ جس طرح وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد ادا کرتا ہے یا عبادات بجالاتا ہے، صدقے خیرات کرتا اور حقوق اللہ، حقوق العباد ادا کرتا ہے

تا اللہ سے تعلق مربوط ہو ایسے ہی یہ نوزائیدہ اور اس کی ماں کا تعلق بھی اپنے رب سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔

ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بچہ نقل بہت جلد اتارتا ہے۔ اگر ماں نماز پڑھے گی تو وہ بھی ڈوپٹہ لے کر جائے نماز بچھا کر اللہ کی عبادت کے لئے معصوم شکلیں بنائے گا۔ یہی وہ بنیادی اینٹیں ہیں جو بچوں کے رحجان کو اللہ تعالیٰ کی طرف مائل کرتی ہیں۔

* رب کے معنی بھی پالنے کے ہیں۔ اللہ مربی ہے اور ہم سب مربّٰی۔ اس صفت کی اقتداء میں ہم والدین کو بھی مربی بن کر اولاد میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنی چاہیے۔ ہم اپنی اولاد کے پالنے میں روحانی غذا کی آمیزش کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی باتیں کریں تو لازماً یہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی گڑتی ساتھ کے ساتھ بچوں کی روحانی نشوونما میں ویسے ہی اثر کرے گی اور خدا سے تعلق کو مضبوط کرے گی۔ جیسی بچپن میں ماں کا پلوایا دودھ جوانی میں ہڈیوں کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔

* اس تعلق میں مالك یوم الدین کی صفت کو نہیں بھولنا چاہیے جس کی بچوں کو یاد دہانی انسان کو وفات تک اپنے اللہ کی طرف مائل رکھتی ہے۔ جس طرح والدین کا خوف بچوں کو راہ راست پر رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہ انسان کو قدم قدم پر اپنی طرف ملاپ، اس کی طرف جھکاؤ اور تعلق کی طرف جھکاتی ہے۔ اور انسان ایاك نعبد و ایاك نستعین کا نعرہ بلند کرتے ہوئے عاجزی سے اھدنا الصراط المستقیم کی آواز جب بلند کرتا ہے تو یہود و نصاریٰ کے راستے پر نہ چلنے کی نوید سنائی دیتی ہے۔ جس پر ہر مسلمان مرد اور خاتون کو الحمد للّٰہ رب العالمین بار بار کہنے کا حکم ہے۔ تب نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جس قدر انسان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو گا اس کی تحمید و تسبیح کی جائے گی۔ اس کی صفات کا پر تو بننے کی کوشش کی جائے گی۔ تو پھر ہماری گودوں میں ایسے بچے پلیں

گے جو خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ اللہ ہم سب کو اپنے سے تعلق کو مضبوط و مربوط کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 10 فروری 2022ء)

﴾29﴿

# یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد

(زاہد محمود)

20؍فروری کا دن جماعت احمدیہ میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔یہ دن پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی جو دین کا خادم ہو گا۔ لمبی عمر پائے گا اور بے شمار دوسری خصوصیات کا حامل ہو گا۔اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کی ”مصلح موعود“ کے دور میں غیر معمولی ترقیات کی پیشگوئی بھی تھی۔ یہ پیشگوئی بعینہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے 52 سالہ دَورِ خلافت میں اس پیشگوئی کی تمام جزئیات لفظاً لفظاً پوری ہوئیں۔ لہذا 20؍فروری کا دن جماعت احمدیہ اس عظیم الشان پیشگوئی کی یاد میں مناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجالاتی ہے تا ہمیشہ اس کے فضلوں کی وارث بنتی چلی جائے۔

ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص

خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ مارچ 2009ء)

یوم مصلح موعود منانے کی اصل غرض اس وقت پوری ہوگی جب ہم اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہوگی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف

بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11/ مارچ 2011ء صفحہ 9)

حقیقی یومِ مصلح موعود کب ہو گا اس کے متعلق پیارے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس یہ وہ اولوالعزم موعود بیٹا تھا جس نے اپنے دل کی تڑپ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ آج ہم جب یومِ مصلح موعود مناتے ہیں تو حقیقی یومِ مصلح موعود تب ہی ہو گا جب یہ تڑپ آج ہم میں سے اکثریت اپنے اندر پیدا کرے کہ ہمارے مقاصد بہت عالی ہیں، بہت اونچے ہیں، بہت بلند ہیں جس کے حصول کے لیے عالی ہمتی کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اور اپنے اندر اعلیٰ تبدیلیاں بھی پیدا کرنا ہوں گی، پاک تبدیلیاں بھی پیدا کرنی ہوں گی۔ خدا تعالیٰ سے ایک تعلق بھی جوڑنا ہو گا۔ اسلام کا درد بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا درد پیدا کرتے ہوئے اظہار بھی کرنا ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ مارچ 2012ء صفحہ 7 تا 8)

یہ سال جس سے ہم گزر کر آئے ہیں اس کا گہرا تعلق ہم سے اور حضرت مصلح موعودؓ سے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے جماعت کے ہر طبقہ پر بے شمار احسانات ہیں۔ طبقہ نسواں بھی حضورؓ کی شفقتوں سے خاص طور پر معمور رہے۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی سالوں میں ہی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک تنظیم قائم کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا تاکہ خواتین اپنی تنظیم

کے لائحہ عمل کی پیروی کرتے ہوئے اعلیٰ کردار کی حامل ہوں اور دینی و دنیاوی تعلیمات سے آراستہ ہو کر اپنی اولاد کی بہتر رنگ میں پرورش کر سکیں تا احمدیت کا مستقبل روشن اور تابناک ہو۔ الحمد للہ طبقہ نسواں کی وہ تنظیم جس کی باقاعدہ داغ بیل حضرت مصلح موعودؓ نے 1922ء میں رکھی تھی وہ ایک صدی کا سفر مکمل کر کے دوسری صدی میں داخل ہو چکی ہے۔ الحمد للہ۔ یہ موقع جہاں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا ہے وہیں۔ اس محسن کے لئے دعاؤں کا بھی ہے جو پیشگوئی مصلح موعود کے حرف حرف کی صداقت کا مصداق تھا۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعود کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔ ان جلسوں میں جو آج کل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر ...... اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لیے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ فروری 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16/ مارچ 2018ء صفحہ 5 تا 8)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ کا ایک الہام تھا کہ

''اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی''

(الفضل 29/ اپریل 1944ء صفحہ 3)

آپؓ نے احمدی مستورات کی مذہبی، تعلیمی، ذہنی، فکری اور عملی ترقی کے لئے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آپؓ نے مستورات کو بتلایا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں۔ اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ ہے اگر عورتیں نیکی و تقویٰ میں آگے بڑھنے والی ہونگی تو اولاد بھی نیکی و تقویٰ پر چلنے والی ہوگی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے مطابق 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماءاللہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور خواتین مبارکہ کی مقدس قیادت میں یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑی تیزی سے سفر پر روانہ ہوا اور ایک منظم تنظیم کی شکل اختیار کر گیا۔ حضورؓ کی ہدایات کی روشنی میں احمدی خواتین نے اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے اور دینی تعلیم و تربیت میں پرورش پانے کے لئے مساعی شروع کی اور مختلف دینی مہمات میں صفِ اوّل کی مجاہدات ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس کا اظہار اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا کہ احمدی عورتوں کی تنظیم اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ ابتدا میں اس میں شمولیت اختیاری تھی البتہ 1939ء میں اس کا فیض عام کرنے کے لیے ہر احمدی عورت کا اس میں شامل ہونا لازمی قرار دے دیا۔

حضرت سیدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ (حرم حضرت مصلح موعودؓ) کو خدمت دین کا بڑا شوق تھا ان کی خواہش کے مطابق سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک معین لائحہ عمل بنا کر جماعت کی عورتوں کے سامنے پیش کیا جو حضور نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ تاریخ میں لجنہ اماء اللہ کے متعلق ابتدائی تحریک کے نام سے مشہور ہے۔ اس مضمون میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے لجنہ اماء اللہ کے بنیادی مقاصد بیان کئے گئے ہیں اور لجنہ اماء اللہ کی ممبر بننے کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ اسے پڑھے اور پڑھ کر دستخط کرے۔ یہ اسکیم حضورؓ نے 15 دسمبر 1922ء کو مستورات کے سامنے پیش کی تھی جس پر 14 خواتین نے دستخط کئے تھے۔

(الفضل 11 جنوری 1923 صفحہ 9)

15 دسمبر 1922ء کو آپؓ نے جو مضمون تحریر فرمایا اس کی اوّلین مخاطب گو قادیان کی مستورات تھیں لیکن در حقیقت یہ ایک بین الاقوامی تنظیم کی بنیادی دستاویز تھی۔ اس مضمون کے حرف حرف سے خدمت اسلام کا توانا عزم و حوصلہ جھلکتا ہے۔ جس میں آپؓ نے مستوارت کو ایک لائحہ عمل دیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سترہ ضروری اموراس اولولالعزم ہستی نے تجویز فرمائے۔ ان میں علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم پہنچانا، اسلام کی حقیقی تعلیمات جاننا اور ان پر عمل کرنا، جماعت میں اتفاق اور وحدت کی روح قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہنا، اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کی ہمہ وقت سعی کرنا، بچوں میں خدا اور رسولِ خدا ﷺ، حضرت مسیحِ موعودؑ اور خلفائے کرام کی محبت پیدا کرنا، خلافت کی اطاعت کا درس دینا اور سب سے اہم یہ دعا کرنا کہ ہمیں وہ مقاصد الہام ہوں جو ہماری پیدائش میں خالقِ حقیقی نے مد نظر رکھے ہیں۔

اللہ کرے کہ ہماری زندگیوں کا مقصد خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا ﷺ کی محبت اور اطاعت ہو۔ اس تنظیم کے 100 سال پورے ہونے کی خوشی میں لجنہ اماء اللہ تنظیم کی ہر ممبر اپنے عہد کی تجدید کرتی ہے کہ

**میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گی نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔ ان شاءاللہ**

اللہ اس عہد کو اس کی روح کے مطابق ہمیں نبھانے کی توفیق دے تا ہم واقعی خدا کے حضور **"اماءاللہ" یعنی اللہ کی باندیاں** لکھی جائیں۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴾30﴿

# حضرت اماں جانؓ

## لجنہ کے لیے روشنی کی کرن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا۔ اس لیے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔“

(تریاق القلوب)

اس اولاد میں سے ایک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ تھے جنہوں نے 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی اور یہ دن دوشنبہ یعنی سوموار کا دن تھا اور یوں پیشگوئی مصلح موعود کے الفاظ ”دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ“ لجنہ اماء اللہ کی بنیاد کے ساتھ بھی پورے ہوئے۔ یوں اس مبارک وجود کے ذریعہ وہ نور جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی دنیا میں پھیلا اور اس زور سے پھیلا کہ زمین اس کے نور سے منور ہوئی۔ اس نور کے پھیلانے میں ممبرات لجنہ کا ہاتھ شامل ہے جن کی تعلیم و تربیت حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ہاتھ سے ہوئی اور آپ ان 14 ابتدائی خواتین مبارکہ کی روح رواں اور سرخیل ثابت ہوئیں۔

میری پیاری بہنو! احمدیت کے نور کی بات چلی ہے تو یہاں اس واقعہ کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لیے دس ہزار روپے کی تحریک فرمائی تو حضرت اماں جانؓ نے دہلی میں واقع اپنی زمین فروخت کر کے اس رقم کا 1/10 حصہ اس فنڈ میں ادا کر دیا تا اس مینارے کے ذریعہ عَلَم احمدیت بلند ہو اور ظاہری طور بھی نور دنیا میں پھیلے۔

پھر مدرسۃ البنات کے لیے آپؓ نے اپنے گھر کا ایک حصہ وقف کر دیا۔ آپ کی دیگر مالی، حالی اور وقت کی قربانیاں دیدنی ہیں۔ اس مبارک ہستی کے وجود میں محبت الٰہی غالب نظر آئی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ کی ہر ادا اور حرکت میں خدا کا وجود اور اس کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت نظر آتی تھی۔ آپؓ نہایت خوش مزاج، سلیقہ شعار، خدا کی سچی خیر خواہ، عمدہ خدمت گزار اور مخلوق خدا سے بہت پیار و محبت کرنے والی تھیں۔ آپ کو قرآن مجید سے بہت محبت تھی۔ کثرت سے تلاوت کرتیں۔ نظر کمزور ہوئی تو کسی سے قرآن کریم سنتیں۔

جون 1914ء میں الفضل کے اجراء پر اپنی زمین فروخت کر کے ایک ہزار روپے کے قریب رقم پیش کی۔ جو بعد میں احمدیت کے نور کو پھیلانے کا اس قدر ذریعہ ثابت ہوا کہ اب الفضل آن لائن ہی کے ذریعہ یہ فیض اور نور لاکھوں تک پہنچ رہا ہے۔ آپؓ کی قربانیوں کو دیکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جس میدان سے بھی آواز آئی آپؓ لبیک کہتی ہوئی اوّلین میں ٹھہریں۔

میری پیاری بہنو! ابتدائی 14 ممبرات لجنہ میں سے استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ

”حضرت ام المومنینؓ اپنے بچوں، بہو، بیٹیوں کی عبادات وغیرہ کے متعلق پوری توجہ سے نگرانی فرماتیں۔ نماز تہجد کا خاص اہتمام فرماتیں اور ہمیشہ خاندان کے افراد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرماتیں۔“

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ممبرات آپؐ کی سیرت کو اپنے اندر اتارتے ہوئے آپؐ کے نمونہ کو حرز جان بنا کر اپنے قدم آگے بڑھاتی چلی جائیں۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

نہ ہونا کبھی تم غافل لجنہ اماء اللہ
نسلیں اپنی سنوارنی ہیں تمہی نے لجنہ اماء اللہ

﴿31﴾

# لجنہ اماء اللہ کا قیام

## (زاہد محمود)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور وہ وقت تھا جب دنیا اسلام کی تعلیمات بھول کر شرک، جہالت، بدعات، رسم ورواج کے اندھیروں میں گم تھی۔ عیسائیت کا سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ اس تاریک دور میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نور ایمان کی شمع جلائی۔ مخلوق کو خدا تعالیٰ کے قریب کیا۔ آنحضرت ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی۔ عورتوں کو بھی ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

”تقویٰ اختیار کرو دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل وجان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 81)

لجنہ اماء اللہ کے قیام کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو اسلام احمدیت ایک عورت سے تقاضا کرتا ہے۔ خالقِ کائنات کا حقیقی عرفان اور اس پر زندہ ایمان پیدا کرنا۔ معبود اور عبد کے درمیان فاصلے کم کرتے کرتے ایک زندہ تعلق پیدا کرنا۔ قرآن پاک کو امام، نور اور ہدایت سمجھنا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سچا عشق اور آپؐ کی کامل اتباع کرنا قرآن مجید میں مذکور نیک عورتوں کی صفات پیدا کرنے کی دعا اور کوشش کرنا۔ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

(التحریم:6)

مسلمان، ایمان والیاں، فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں۔

جس طرح ایک گاڑی اس وقت تک ٹھیک نہیں چل سکتی جب تک اس کے دونوں پہیے بالکل درست نہ ہوں۔ اور اگر خفیف سا نقص بھی کسی ایک پہیہ میں پایا جائے تو ایسی گاڑی اچھی طرح نہیں چل سکے گی بعینہٖ یہی حال دنیا میں مرد و عورت کا ہے۔ جب تک یہ دونوں دنیائے عمل میں قدم بقدم اور پہلو بہ پہلو نہ چلیں ان کا ترقی کے زینہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ بلکہ جس طرح گاڑی کے ایک طرف کا پہیہ ناقص ہو کر دوسری طرف کے پہیہ کے چلنے میں بھی روک ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت ترقی کے میدان میں چلنے کے قابل نہ ہو تو مرد کے ترقی کرنے میں روک ہوگی۔

یہ ازلی قانون قوموں اور ملکوں اور خاندانوں میں یکساں طور پر چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم اور تربیت پر خاص زور دیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ عورت مرد کے کام میں بہت سی سہولت کا باعث بن سکتی ہے۔ عورت کی گود آئندہ نسل کا گہوارہ بھی ہے۔ پس اگر عورتیں اچھی تربیت یافتہ نہ ہوں تو اولاد بھی اچھی اور قابل نہ ہوگی اور جب اولاد اچھی نہ ہوئی۔ تو قوم پروان کس طرح چڑھے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا“۔

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 391)

حضورؓ عورتوں کو مخاطب کر کے مزید فرماتے ہیں:

”یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے ہی ہاتھوں ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو۔ اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدہ کے لئے نہ لگاؤ گی۔ اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے انسان کے دو حصے کر کے اس کے اندر الگ الگ جذبات پیدا کئے ہیں۔ عورت مرد کے جذبات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتی اور مرد عورت کے جذبات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ پس چونکہ ہم ایک دوسرے کے جذبات کو پہچاننے سے قاصر ہیں۔ اس لئے مردوں کی صحیح تربیت مرد ہی کر سکتے ہیں اور عورتوں کی صحیح تربیت عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔“

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 392)

چونکہ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح اور تربیت بہتر صورت میں عورتیں ہی کر سکتی ہیں اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم فرمائی۔ پس لجنہ اماء اللہ ایک کڑی ہے اس بابرکت نظام کی جس کے ساتھ محکم وابستگی کے بغیر ہم خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔

دو ایمان افروز واقعات پیش ہیں جن سے لجنہ اماء اللہ کے قیام کا پس منظر بھی واضح ہو گا۔

حضرت ام طاہر کی والدہ بیگم حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

حضور مرد تو آپ کی تقریر بھی سنتے ہیں اور درس بھی مگر ہم مستورات اس فیض سے محروم ہیں ہم پر کچھ رحمت ہونی چاہیے کیونکہ اس غرض کے لیے آئے ہیں کہ فیض حاصل کریں حضورؑ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔

”جو سچے طلبگار ہیں ان کی خدمت کے لیے ہم ہمیشہ ہی تیار ہیں۔ ہمارا یہی کام ہے کہ ہم ان کی خدمت کریں“

اس سے پہلے حضورؑ نے کبھی عورتوں میں تقریر یا درس نہیں دیا تھا مگر ان کی التجا اور شوق کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو جمع کر کے روزانہ تقریر شروع فرمادی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 882)

دوسرا واقعہ ایک تیرہ سال کی بچی کا ہے جس کے سر سے والد محترم کا سایہ 13/ مارچ 1914ء کو اُٹھا اور وہ 14/ مارچ 1914ء کو نو منتخب خلیفہ کو ایک خط لکھتی ہے۔

”گزارش ہے کہ میرے والد صاحب نے مرنے سے دو دن پہلے مجھے فرمایا کہ ہم تمہیں چند نصیحتیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا فرمائیں میں انشاء اللہ عمل کروں گی تو فرمایا بہت کوشش کرنا کہ قرآن آجائے اور لوگوں کو بھی پہنچے۔ میرے بعد اگر میاں صاحب خلیفہ ہوں تو ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ عورتوں کا درس جاری رہے اور میں امیدوار ہوں آپ قبول فرمائیں گے۔ میری بھی

خواہش ہے اور کئی عورتوں اور لڑکیوں کی بھی خواہش ہے کہ میاں صاحب درس کرائیں۔ آپ برائے مہربانی درس صبح ہی شروع کرادیں میں آپ کی نہایت مشکور رہوں گی۔

امۃ الحیٔ بنت نورالدین"

یہ ذہین و فطین تعلیم کی لگن رکھنے والی خاتون حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حرم میں آئیں۔ آپؓ عورتوں کی تعلیم وتربیت کی زبردست لگن رکھتی تھیں۔ آپؓ ہی کی تحریک پر حضورؓ نے عورتوں کے لیے پہلی علمی دینی تمدنی تحریک کی بنیاد رکھی۔

اس تحریک کے مقاصد کے حصول کے لیے سترہ ضروری اموراس اولوالعزم ہستی نے تجویز فرمائے ان میں علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم پہنچانا۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات جاننا اور ان پر عمل کرنا۔ جماعت میں اتفاق اور وحدت کی روح قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہنا۔ اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کی ہمہ وقت سعی کرنا۔ بچوں میں خدا اور رسولِ خدا، حضرت مسیحِ موعودؑ اور خلفائے کرام کی محبت پیدا کرنا۔ خلافت کی اطاعت کا درس دینا اور سب سے اہم یہ دعا کرنا کہ ہمیں وہ مقاصد الہام ہوں جو ہماری پیدائش میں خالقِ حقیقی نے مد نظر رکھے ہیں۔ آخر میں آپ نے لکھا تھا کہ جو اس تحریک کے مندرجات سے متفق ہیں وہ دستخط کردیں۔ اس پر چودہ خواتین نے دستخط کیے پہلا نام "حضرت ام المؤمنین ام محمود نصرت جہاں بیگم" کا تھا۔

دستخط کنندگان حضورؓ کے ارشاد پر 25/دسمبر 1922ء کو حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے گھر جمع ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ نے خطاب فرمایا اور لجنہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کا نام لجنہ اماءِ اللہ، اللہ کی لونڈیوں کی انجمن تجویز فرمایا۔ آپؓ نے لجنہ کے سپرد جلسہ مستورات کا انتظام کرکے کئی مشورے دیے اور نصیحتیں کیں۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ حصہ اول صفحہ 66-72)

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر سَو سال ہو گئے۔ الٰہی افضال و برکات کے لئے سالوں اور صدیوں کے پیمانے محفوظ رکھنے سے مستقبل میں مزید ترقی کے لئے یقین، جوش اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ دل حمد وشکر میں ڈوب جاتا ہے۔ پہلی صدی میں تخم سے تناور درخت بننے تک پل پل کی تصویر چلا کر سابقون الاولون کے تجربوں، کاوشوں اور قربانیوں سے آگاہی آئندہ آبیاری کرنے والوں کے حوصلوں کو بڑھاتی ہے۔

# مضامین کے لنکس

- واقعہ الفیل

https://www.alfazlonline.org/14/09/2021/43925/

- بچوں میں حصول علم کا شوق کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟

https://www.alfazlonline.org/11/12/2021/49607/

- حضرت محمدؐ کا بچوں سے حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/26/02/2022/54975/

- حضرت محمدؐ کا جانوروں سے حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/12/03/2022/56138/

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

https://www.alfazlonline.org/09/11/2021/47698/

- صحابیات میں حیا کے بہترین نمونے

https://www.alfazlonline.org/22/12/2021/50422/

- دعا کی اہمیت

https://www.alfazlonline.org/14/05/2022/60785/

- نماز باجماعت کی اہمیت

https://www.alfazlonline.org/28/10/2021/47059/

- آنکھوں کی ٹھنڈک نماز

https://www.alfazlonline.org/27/01/2022/53122/

- جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں

https://www.alfazlonline.org/13/01/2022/52165/

- برکات خلافت

https://www.alfazlonline.org/27/05/2022/61636/

- خلافت سے وابستگی

https://www.alfazlonline.org/03/11/2021/47352/

- خلافت سے وابستگی میری ضرورت

https://www.alfazlonline.org/03/11/2022/71747/

- حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ قرآن

https://www.alfazlonline.org/19/02/2022/54614/

- سیرت حضرت مرزا ناصر احمدؒ

https://www.alfazlonline.org/10/11/2022/72247/

- جب صحیفے نشر کئے جائیں گے

https://www.alfazlonline.org/30/05/2022/61910/

- وطن سے محبت، ایمان کا حصّہ

https://www.alfazlonline.org/10/06/2022/62432/

- مختلف زبانیں سیکھنے کی اہمیت

https://www.alfazlonline.org/18/03/2022/56631/

- شیطان سے پیچھا چھڑانے کا طریقہ

https://www.alfazlonline.org/09/02/2022/53972/

- والدین سے حسن سلوک

https://www.alfazlonline.org/04/02/2022/53671/

- اطاعت والدین

https://www.alfazlonline.org/25/03/2020/14108/

- ماں کی تربیت

https://www.alfazlonline.org/20/05/2022/61114/

- احمدی عورت کی ذمہ داری

https://www.alfazlonline.org/08/01/2022/51570/

- میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

https://www.alfazlonline.org/31/12/2021/51003/

- عورتوں پر احسانات

https://www.alfazlonline.org/14/12/2021/49824/

- صاف اور سیدھی بات کیا کرو

https://www.alfazlonline.org/23/11/2021/48490/

- انسانیت کے ساتھ پیار

https://www.alfazlonline.org/20/01/2022/52580/

- اپنے اللہ سے تعلق اور تربیت اولاد

https://www.alfazlonline.org/10/02/2022/54024/

- یوم مصلح موعودؓ منانے کے اغراض و مقاصد

https://www.alfazlonline.org/18/02/2023/79237




## ادارہ الفضل آن لائن کی دیگر کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا بر محل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتابِ تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور اس حوالے سے مضامین
7. مجددین اسلام۔ تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
10. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد اول
11. حیات نورالدینؓ

12. دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے
13. قرآنی انبیاء
14. معلمین وقف جدید کے لئے مشعل راہ
15. جامع المناھج والاسالیب
16. مقام وعظمت خلافت
17. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد دوم
18. الفضل کی اہمیت، افادیت اور قلم کے استعمال کی ترغیب
19. مسز ناصر کی کہانی، مسز ناصر کی زبانی
20. واقعہ افک
21. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد سوم
22. قرآنی سورتوں کا تعارف
23. سیدنا حضرت امیر المؤمنین کا دورہ امریکہ 2022ء
24. ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
25. سیدنا حضرت مصلح موعودؓ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
26. جماعت احمدیہ کی دنیا بھر میں مساجد
27. احمدیت کے چمکتے ستارے۔ شہدائے برکینا فاسو
28. لجنہ اماء اللہ کے سو سال
29. دلچسپ ومفید واقعات وحکایات
30. اپنے جائزے لیں
31. دعاؤں کا تحفہ قرآنی دعائیں
32. اداریے بابت رمضان المبارک

33. خلافت۔ اہمیت، فضلیت وبرکات
34. ممکنہ تیسری عالمی جنگ
35. سیدنا حضرت مسیح موعودؑ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
36. ایک سبق آموز بات
37. حاصل مطالعہ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
38. فقہی مسائل (الفضل آن لائن کے اوراق سے)
39. آؤ! اردو سیکھیں
40. دعاؤں کا تحفہ مناجات رسولؐ
41. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد چہارم
42. بنیادی مسائل کے جوابات از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
43. بچوں کی تقاریر
44. تبلیغ میں پریس اور میڈیا سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے (زیر تکمیل)
45. تلخیص احکام خداوندی (زیر تکمیل)
46. اے چھاؤں چھاؤں شخص (عابد خان صاحب کی ڈائری)
47. سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے) (زیر تکمیل)
48. آداب معاشرت (زیر تکمیل)
49. پھول ہمارے آنگن کے (ادارہ الفضل آن لائن کی تمام مطبوعات کا تعارف) (زیر تکمیل)